لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بالشویزم اور اسلام

لسان الہند مولانا محمد عبدالحامد بدایونی علیہ الرحمہ

رکن مرکزی کونسل آل انڈیا مسلم لیگ، سیکریٹری نشرواشاعت آل انڈیا سنی کانفرنس

صدر مرکزی جمعیت علمائے پاکستان

ادارۂ پاکستان شناسی
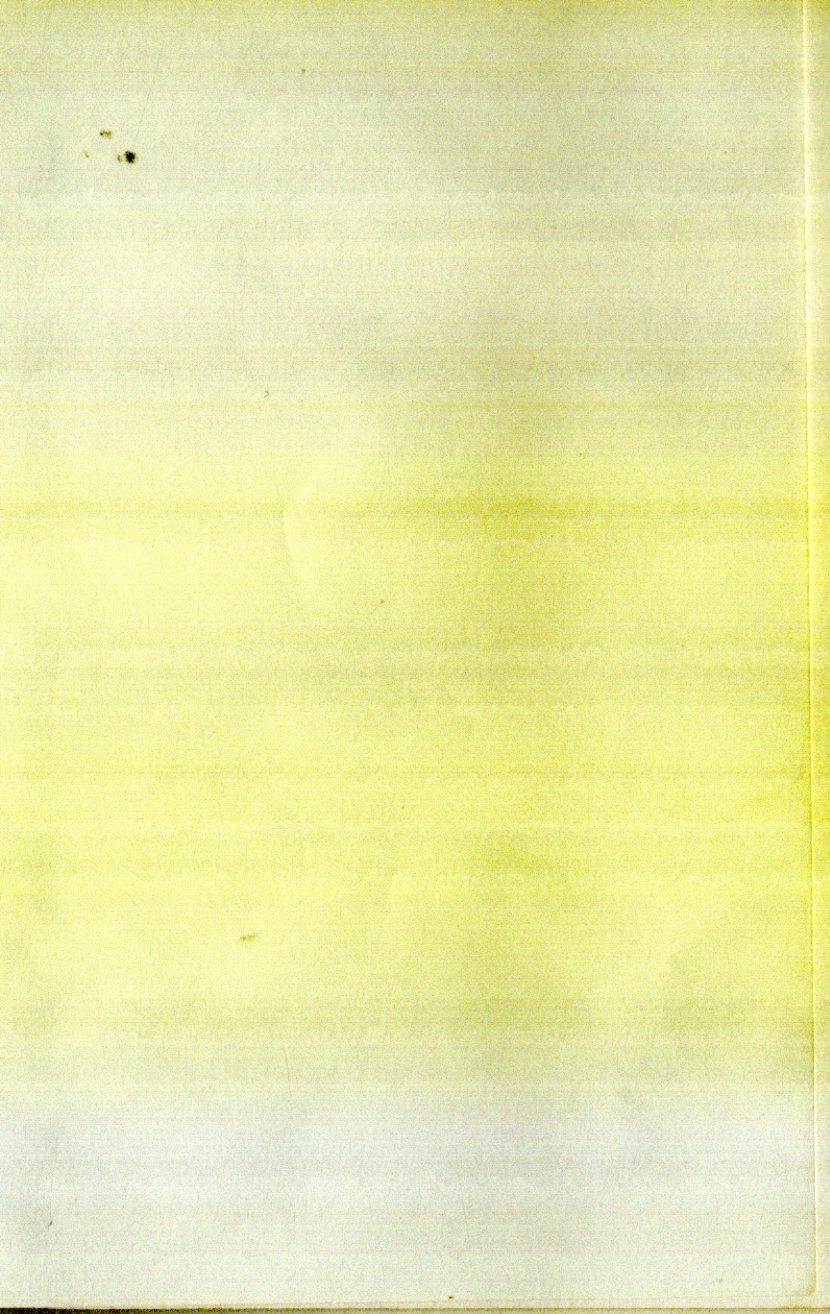
اِنَّ الدِّینَ عِندَاللّٰہِ الاِسلامُ

بے شک دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے

بالشویزم اور اسلام

مولانا محمد عبدالحامد قادری بدایونی

ادارۂ پاکستان شناسی

35-رائل پارک، لاہور 54000 فون: 6363009

نام کتاب	:	بالشویزم اور اسلام
تالیف	:	مولانا محمد عبدالحامد قادری بدایونی علیہ الرحمہ
بار اوّل	:	۱۹۴۰ء
بار دوم	:	مارچ ۲۰۰۴ء (مع مقدمہ و حواشی)
طابع	:	ادارۂ پاکستان شناسی، لاہور
مطبع	:	گنج شکر پرنٹرز، لاہور
بسعی و اہتمام	:	سید اویس علی سہروردی
تعداد	:	گیارہ سو
ضخامت	:	۷۲ صفحات
قیمت	:	تیس روپے (-/۳۰)
تقسیم کار	:	اورینٹل پبلی کیشنز: ۳۵۔ رائل پارک، لاہور ۵۴۰۰۰، فون: ۶۳۶۳۰۰۹

مشمول

سید محمد فاروق القادری ایم۔اے
سجادہ نشین خانقاہ قادریہ گڑھی اختیار خان

گزارشِ احوال

اسلامی نظام حیات کی پوری عمارت دو باتوں پر قائم ہے عبادات اور معاملات، جنھیں دوسرے الفاظ میں ہم حقوق اللہ اور حقوق العباد سے تعبیر کرتے ہیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاملات یعنی حقوق العباد کو یہ فرما کر زیادہ اہمیت دی ہے کہ اس میں کمی کوتاہی اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا جب تک متاثرہ شخص معاف نہ کرے جب کہ حقوق اللہ میں تساہل کے بارے میں ہر وقت اسکے عفو اور درگزر کی امید رکھنی چاہیئے۔

عبادات کا بیشتر حصہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ایک ایسا تعلق ہے جو مخفی اور ذاتی نوعیت کا ہے۔ کوئی شک نہیں کہ اسلام نے باطنی طہارت، پاکیزگی، تزکیہء نفس اور عبد و معبود کے مابین تعلق قائم کرنے کے لئے عبادات کو ضروری قرار دیا ہے، مگر اس کا زیادہ زور معاملات پر ہے، معاملات کے بارے میں ذمہ داری، جوابدہی اور مسئولیت بہت نمایاں ہے۔

جو لوگ اسلام کو دوسرے مذاہب کی طرح محض عبادات و اوراد کا مذہب سمجھتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں اگر ان کا خیال یہ ہے کہ اسلام کا دنیاداری سے کیا تعلق وہ تو

اخلاق کی اصلاح کے لئے صرف پندو نصیحت کا پروگرام ہے تو ایسے لوگ نہ قرآن سے واقف ہیں اور نہ ہی انہیں سیرت طیبہ اور خلافت راشدہ کی تاریخ کا علم ہے۔

اسلام معاملات کو درست رکھنے کی خاطر اپنے پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اپنی حکومت قائم کرنے پر زور دیتا ہے۔ علامہ اقبال نے بجا طور پر فرمایا تھا کہ "اسلام ایک ایسا خدائی نظام ہے جو اپنے ساتھ کسی غیر خدائی نظام کو گوارا نہیں کرتا"۔

اسلام ایک ایسی فلاحی مملکت کا عملی خاکہ پیش کرتا ہے جو لوگوں کی بنیادی ضروریات کی ذمہ داری قبول کرتی ہے۔ اس میں نہ طبقات ہیں اور نہ طبقاتی کشمکش ہوتی ہے، اس میں وسائل رزق سب کے لئے برابر میتسر ہوتے ہیں۔ حضرت علامہ نے اس کی وضاحت یوں کی ہے ۔

کس دریں جا سائل و محروم نیست
عبد و مولا حاکم و محکوم نیست!

البتہ یہ امر افسوس ناک ہے کہ دنیا کی تاریخ میں یہ جنت نظیر حکومت چشم فلک نے صرف ایک بار دیکھی مگر پندرہ سو سال گزرنے کے باوجود ابھی تک لوگوں کے دلوں سے اس حکومت کی محبت، خواہش اور یاد محو نہیں ہوئی۔

برعظیم کے مسلمان تقسیم سے پہلے ایک طرف ہندو بنئے کے استحصالی نظام میں جکڑے ہوئے تھے تو دوسری طرف انگریز کی استعماری قوت اس پر مسلط تھی، چکی کے دو پاٹوں میں پسنے کے باوجود اس کی عقل بجا اور ہوش سلامت تھا۔

چنانچہ جب مصور پاکستان علامہ اقبال نے ایک آزاد اسلامی حکومت کا نقشہ پیش کیا اور قائداعظم محمد علی جناح ایسے مخلص نڈر با اصول اور اکل کھرے راہنما نے اس

حکومت کا بیڑا اٹھایا تو مسلمانوں کو گھپ اندھیرے میں اسلام کی فلاحی مملکت، عوام الناس کے دکھ درد کی ضامن سلطنت اور خلافت راشدہ ایسی عادلانہ، رفاہی اور عوامی حکومت کا نقشہ آنکھیں مارنے لگا اور یوں وہ دیوانہ وار اس کی طرف لپکے، اس وقت انہیں نہ نام نہاد مذہبی قائدین گمراہ کر سکے نہ ہی پر جوش اور لچھے دار تقریریں ان پر اثر انداز ہوئیں اور نہ ہی متحدہ قومیت کا فسوں اس کا کچھ بگاڑ سکا۔ مناسب ہے کہ یہاں مصور پاکستان علامہ اقبال کے اس خط کا ایک اقتباس پیش کیا جائے جو انھوں نے ۲۸ رمئی ۱۹۳۷ء میں قائداعظم محمد علی جناح کو لکھا اس میں علامہ فرماتے ہیں:

"لہٰذا سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کی غربت کا علاج کیا ہے؟ لیگ کا سارا مستقبل اس بات پر منحصر ہے کہ وہ کس حد تک مسلمانوں کے اس مسئلے کا حل نکالتی ہے اگر لیگ کی طرف سے کوئی امید افزا اقدام اس سلسلے میں نہ کیا گیا تو مجھے اندیشہ ہے کہ مسلمان اس سے اسی طرح لاتعلق رہیں گے جیسے اب تک ہوا ہے۔ مگر خوش نصیبی کی بات ہے کہ اس کا حل شریعت اسلام کے نفاذ میں مضمر ہے جس کے ساتھ نئے تصورات عہد شامل ہوں......شریعت اسلام کا گہرا اور بہت دقت نظر مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اگر اس قانون الٰہی کے مضمرات کو اچھی طرح سمجھ کر اس پر صحیح عمل کیا جائے تو پھر ہر شخص کے لئے حق روزی (روزی کا حق) محفوظ ہو جاتا ہے۔ مگر جب تک ایک آزاد مسلم ریاست یا ریاستیں یہاں وجود میں نہ آئیں، شریعت اسلام کا نفاذ ناممکن ہے۔ میں کئی سال سے اس عقیدے کا

زیادہ سے زیادہ قائل ہوتا جا رہا ہوں اور اب بھی میرا خیال یہی (یہی خیال) ہے کہ مسلمانوں کی روٹی کا مسئلہ اور ہندوستان میں امن و عافیت کا مسئلہ اسی طرح حل ہو سکتا ہے"۔

(ماہِ نو قائداعظم نمبر: ۳۱۸-۳۱۹)

لگے ہاتھوں بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے تصورات کا جائزہ بھی لے لیا جائے تاکہ حقیقت کھل کر سامنے آ جائے۔

قائداعظم نے ۵؍جولائی ۱۹۴۸ء کو اسٹیٹ بنک آف پاکستان کے افتتاح کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے کہا:

"اپنی تقدیر ہمیں اپنے منفرد انداز میں بنانی پڑے گی۔ ہمیں دنیا کے سامنے ایک مثالی معاشی نظام پیش کرنا ہے جو انسانی مساوات اور معاشرتی انصاف کے سچے اسلامی تصورات پر قائم ہو"۔

(ماہِ نو، قائداعظم نمبر: ۳۳۸)

اسی طرح انھوں نے ۱۱؍اگست ۱۹۴۷ء کو دستور ساز اسمبلی کے خطبۂ صدارت میں کہا۔

"اگر ہم اس عظیم مملکت پاکستان کو خوشحال بنانا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی توجہ لوگوں کو بالخصوص غریب طبقے کی فلاح و بہبود پر مرکوز کرنی پڑے گی"۔ (ماہِ نو قائداعظم نمبر ۱۹۷۶ء: ص ۳۳۷)

اگر کسی طبقے گروہ یا فرد کا خیال یہ ہے کہ پاکستان اس لئے بنایا جا رہا تھا کہ اس میں صرف باجماعت نمازیں پڑھوائی جائیں گی، وہاں عید کے چاند پر اس قدر لے

دے ہوگی، اس میں رمضان المبارک کے دوران کھانے پینے کے سخت قوانین بنائے جائیں گے، اس کے ساتھ بھلے ہزاروں لاکھوں بدلا، ٹاٹا برسات کے خودرو پودوں کی طرح ہر روز ابھرتے آئیں اور وہ ان لوگوں کا خون چوس چوس کر اپنی تجوریاں بھرنے کا کار بے خیر کرتے رہیں، یہاں مختلف طبقات لوٹ کھسوٹ اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی مشق میں مصروف رہیں، یہاں صرف مغرب کی جمہوری نظام کو خدا اور رسول کا درجہ دے دیا جائے وہ بھی صرف لفظی گورکھ دھندے کی حد تک تو انہیں علم ہونا چاہئے کہ یہ مقصد نہ اقبال کا تھا اور نہ جناح کا اور نہ ہی ان لاکھوں مسلمانوں کا جو جان و مال، عزت اور آبرو کی قربانیاں پیش کر رہے تھے۔

تحریک پاکستان کے قافلہ سالار ہوں یا عوام الناس دونوں کے دلوں میں قطعاً کوئی ابہام نہ تھا اور وہ اس بارے میں سو فیصد یک سو تھے کہ پاکستان ایک فلاحی مملکت ہوگی جو سوشلزم کے جبری اور سرمایہ داری کے ہولناک نظاموں کے مقابلہ میں عادلانہ، منصفانہ، غربت پرور نظام پر مشتمل ہوگی اس کے ساتھ ہی اس میں عدل وانصاف کو یقینی بنایا جائے گا ان کے خیال میں یہ نظام اس روح کا مظہر ہوگا۔

کس نہ گردد درجہاں محتاجِ کس
نکتہ شرعِ مبیں این است و بس

اسی تناظر میں ہم تحریک پاکستان کے نامور راہنما، قائداعظم کے معتمد علیہ اور رکن مرکزی کونسل آل انڈیا مسلم لیگ لسان الہند، مجاہد تحریکِ پاکستان مولانا عبدالحامد بدایونی کے رسالہ "بالشویزم اور اسلام" پر چند الفاظ لکھتے ہوئے انتہائی فخر محسوس کرتے ہیں، تحریکِ پاکستان کے قافلہ سالاروں میں مولانا کو جو اہمیت حاصل تھی اور انھوں

نے جو سنہری خدمات سرانجام دیں وہ کسی صاحب علم شخص سے مخفی نہیں۔ قارئین جانتے ہیں کہ لاہور کے منٹو پارک کے تاریخی اور فقید المثال اجلاس میں جہاں قائداعظم کی سرکردگی اور موجودگی میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی اس کی تائید میں جن زعماء نے تقریریں کیں ان میں مولانا بدایونی سرفہرست ہیں۔

مولانا بدایونی نے یہ رسالہ ۲۸ر نومبر ۱۹۴۰ء میں لکھ کر شائع کیا۔ یہ وہ دور ہے جب تحریکِ پاکستان اپنے سفر کا آغاز کر چکی تھی، مولانا بدایونی کا یہ رسالہ تحریک پاکستان کے ایک عظیم مجاہد کا دستاویزی بیان ہے کہ وہ پاکستان کو کس قسم کی سلطنت بنانا چاہتے ہیں۔

مولانا بدایونی اس رسالہ کے آخر میں لکھتے ہیں:۔

"آل انڈیا مسلم لیگ اجلاس لاہور کے بعد سے اب تک اسلامی حکومت کے قیام کے لئے جو جدو جہد کر رہی ہے اگر ہمارے نوجوانوں نے اس تحریک میں مسلم لیگ کا ہاتھ بٹایا تو ان شاء اللہ فتح و نصرت حاصل ہوگی اور ہم پوری ایک صدی کے بعد کم از کم ہندوستان کے چند صوبجات میں ہی اسلامی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہوں (ہو جائیں) گے۔

"اے نوجوانان ملت اسلامیہ! اپنی اخوت مذہبی کے جذبات سے لبریز ہو کر اسلامی حکومت کے قیام کے لئے اپنے قائد مسٹر محمد علی جناح کے مشوروں کے ماتحت آگے بڑھو، مستقبل تمہارا انتظار کر رہا ہے"۔

میرے دوست اور محب ظہور الدین خاں امرتسری ادارۂ پاکستان شناسی کی طرف سے اس سے پہلے مولانا بدایونی کی ایک اور کتاب ''اسلام کا معاشی نظام اور سوشلزم کی مالی تقسیم'' انتہائی خوبصورت انداز میں چھاپ کر شائع کر چکے ہیں۔

میں بار بار اپنے قارئین کی توجہ اس طرف مبذول کرا رہا ہوں کہ اقبال، قائد اور ان کے ساتھ تحریک پاکستان کے ہراول دستے کے زعماء چاہے وہ مذہبی حلقے سے تعلق رکھتے تھے چاہے سیاسی حلقے سے پاکستان کے معاشی مسئلہ کو انھوں نے ہمیشہ اور ہر جگہ اسی طرح اہمیت دی ہے جس طرح خود اسلام نے اپنے دور آغاز میں اس پر شدید زور دیا تھا، مولانا بدایونی نے اپنی اس کتاب میں بالشویزم کی جن خامیوں کا ذکر کیا ہے اس مرد دور اندیش کی بصیرت کو بھی خراج عقیدت پیش کرنا چاہئے کہ بظاہر یہ دل فریب نظام انسانی ضروریات کی پچاس سال بھی ہموائی نہ کر سکا اور گرد کی طرح بیٹھ گیا۔

ہمیں یقین ہے کہ انسانیت مختلف تلخ تجربات سے گزرنے کے بعد بالآخر اسلام کے اسی نظامِ رحمت کے دروازے پر آئے گی جس نے ساری مخلوق کو اللہ کا کنبہ قرار دیا تھا، جس کا پیغام یہ تھا کہ ؎

بندۂ حق بے نیاز از ہر مقام
نے غلام اورا نہ اوکس را غلام

میں ظہور الدین خاں امرتسری اور اراکین ادارہ پاکستان شناسی کو تحریک پاکستان کے نامور قائد مولانا عبدالحامد بدایونی کی ان دو اہم اور وقت کی ضرورت کتابوں پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔
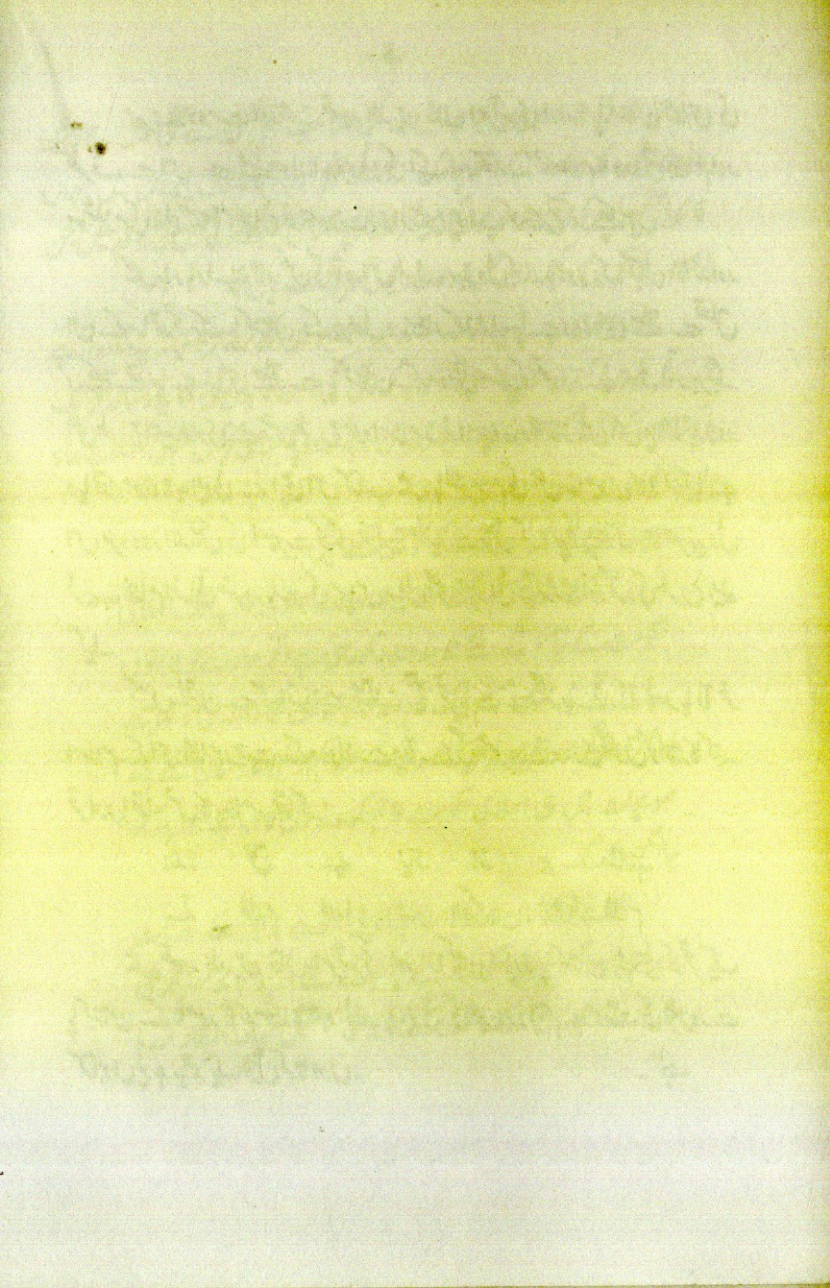
بنام جہاں دار جاں آفریں

گزارشاتِ ناشر

یوں تو ہر دور میں علمائے حق نے اپنے فرائضِ مذہبی ادا کرتے ہوئے ملّتِ اسلامیہ کی رہنمائی فرمائی ہے اور انہیں اپنے دور میں جو نئے مسائل اور چیلنجز درپیش تھے اُن سے وہ بطریقِ احسن سرخرو ہوئے۔ زیرِ نظر رسالہ جس دور میں قلمبند ہُوا وہ زمانہ اسلامی ہند کی تحریکِ آزادی کا اہم ترین دور ہے۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کو منظم و متحد کرنے کے لئے مسلمانانِ برعظیم پاک و ہند میں ملّی و سیاسی شعور بیدار کرنے کی اشد ضرورت تھی۔ مشہور مورّخ ڈاکٹر مبارک لکھتے ہیں۔ ''ہندوستان کی سیاست میں جب بھی مسلمانوں کو متحد کرنے کا مرحلہ درپیش ہوا تو...... مذہب کو علامت بنا کر برصغیر[1] کے بکھرے ہوئے مسلمانوں کو جمع کیا گیا[2] اس لئے تحریکِ پاکستان میں بھی مسلمانوں کو

---

[1] ''لوگ Sub- Continent of Indo - Pakistan کا ترجمہ برصغیر پاک و ہند کر دیتے ہیں۔ حالانکہ اِس میں ''بنگلہ دیش'' بھی شامل ہے۔ ثانیاً جب ہم (Continent) کا ترجمہ براعظم کرتے ہیں تو پھر (Sub- Continent) کا ترجمہ برصغیر کیونکر صحیح ہے۔ اعظم کا اسمِ تصغیر عظیم ہے صغیر نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے شہرۂ آفاق مورّخ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے اپنی تصنیف کا نام ''برعظیم پاک و ہند کی ملّتِ اسلامیہ'' رکھا۔ اُس وقت تک بنگلہ دیش کا وجود نہ تھا۔'' (محمد اسلم، پروفیسر۔ ''تحریکِ پاکستان'' مطبوعہ لاہور ۱۹۹۵ء۔ ص ۱۲)

[2] علماء کے تعاون اور شمولیت کے بغیر یہ کام ممکن نہ تھا، جنہوں نے اسلامی ملّی تشخص کو اجاگر کیا۔ تحریکِ پاکستان کے آخری سالوں میں قائداعظم محمد علی جناح نے ملّتِ اسلامیہ ہند کے مسئلہ (قیامِ پاکستان کی تحریک) کو 'اسلامی مزاج' کا حامل بنایا، تو دیکھتے ہی دیکھتے مسلم لیگ، کمرے کی سیاست سے نکل کر پورے

(بقیہ برصفحہ آئندہ)

مذہب کی بنیاد پر متحد کیا گیا اور تحریک کو موثر بنانے کے لئے ان میں مذہبی جوش وولولہ زیادہ سے زیادہ پیدا کیا گیا۔"[1] چنانچہ تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ مولانا عبدالحامد بدایونی علیہ الرحمہ نے اپنے کردار وعمل سے یہ فریضہ بخوبی سرانجام دیا اور اس بات کا اقرار ان لوگوں کو بھی ہے جو قیامِ پاکستان کے نظریئے کو قبول کرنے سے قاصر رہے جیسا کہ بزرگ صحافی عبداللہ ملک (م۔۲۰۰۳ء) نے فرمایا کہ "ہم دوقومی نظریہ کے حامی نہیں تھے...... قائداعظم خود اتنا مذہب کا نام نہیں لیتے تھے۔ دوسرے لوگ کارکنوں کے جذبات اُبھارتے تھے۔ مولانا بدایونی اور فرنگی محل والے یہ لوگ ایسا کرتے تھے"۔[2]

تحریکِ پاکستان اور مسلم قومیت کے نظریہ کی حمایت واشاعت کے سلسلہ میں مولانا بدایونی (م۔۱۹۷۰ء)، مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی (۱۸۸۸ء۔۱۹۴۱ء)، مولانا

(حاشیہ بقیہ صفحہ گزشتہ)

پاک وہند کے مسلم عوام کی سیاست ملّی کا مرکز ومحور بن گئی، لیکن یہ بات کسی المیہ سے کم نہیں کہ آج اس ملک میں نئی نسل کو اپنے اسلاف سے نہ صرف بیگانہ کرنے بلکہ انہیں پاکستان کے قیام کے جواز (یعنی اسلامی نظام حکومت) ہی سے برگشتہ کرتے ہوئے مغربیت سے مرعوبیت کی تحریک چلائی جارہی ہے۔ چنانچہ یہی مصنف (ڈاکٹر مبارک علی) رائے رکھتے ہیں کہ "پاکستان کے قیام کا مقصد قطعی مذہبی ریاست کی تشکیل نہیں تھا کیونکہ مسلم لیگ کی قیادت مذہبی نہیں تھی اور اس میں جدید تعلیم یافتہ لوگ تھے۔ اسی وجہ سے مذہبی جماعتیں اور علماء ان کے خلاف تھے لیکن پاکستان کے قیام کے بعد مذہبی جماعتوں اور علماء نے متحرک ہوکر یہ کوشش شروع کردی اور اس مفروضہ کو بطور حقیقت پیش کیا کہ پاکستان کا مقصد اسلامی ریاست کا قیام تھا۔" (مبارک علی، ڈاکٹر۔ "تعارف": "کیا پاکستان ایک ناکام ریاست ہے؟ کامیاب ریاست کا تصور کیا ہے؟" از محمد اسلم گورداسپوری۔ بک ہوم لاہور۔ طبع اول ۲۰۰۳ء، ص ۱۱)

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] مبارک علی، ڈاکٹر۔ "المیۂ تاریخ"۔ فکشن ہاؤس لاہور۔ طبع اول ۱۹۹۵ء، ص ۲۶۷

[2] انٹرویو عبداللہ ملک از انوار حسین ہاشمی، مطبوعہ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۰ دسمبر ۱۹۹۸ء سنڈے میگزین، ص ۳

قطب میاں فرنگی محلی (۱۸۹۶ء-۱۹۵۴ء)، مولانا صبغۃ اللہ شہید فرنگی محلی (م-۱۹۶۴ء)
مولانا جمال میاں فرنگی محلی (پ-۱۹۱۹ء)، مفتی برہان الحق جبلپوریؒ (۱۸۹۲ء-
۱۹۸۴ء) وغیرھم کی مساعی ہماری تاریخ ملی کا ایک ناگزیر حصہ ہیں۔ یہ الگ بات ہے
کہ ابھی تک اس موضوع پر پورے طریقہ سے مربوط اور جامع کام نہیں کیا جاسکا۔ سیّد
تابش الوری کے بقول...... "قومی سطح پہ نہ صرف یہ کہ نظریۂ پاکستان کو فروغ دینے کی
منظم و مؤثر شعوری کوشش نہیں کی گئی اور اس کے مختلف زاویوں کو پورے طور پر نمایاں
نہیں کیا گیا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ افراد اور ادارے بڑے پیمانہ پر سائنسی انداز
میں تحریک پاکستان کے مختلف پہلوؤں کو نئے نئے تحقیقی و تشہیری زاویوں سے سامنے
لائیں۔ اس سمت میں جہاں اور جیسی بھی پیش رفت ہو اُسے سراہا جانا چاہئے"۔ ۲
پیش نظر رسالہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اُس وقت جہاں جدید تعلیم یافتہ

---

۱ فاضل بریلوی کے خلیفہ مفتی محمد برہان الحق جبلپوری نے مسلم لیگ اور تحریکِ پاکستان کے لئے گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ چنانچہ نواب بہادر یار جنگ (م-جون ۱۹۴۴ء) اپنے مکتوب مورّخہ ۱۲/مارچ ۱۹۴۴ء میں مفتی صاحب کو لکھتے ہیں:-

"یہ سُن کر خوشی ہوئی کہ آپ حضرات نے آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ کے اجلاس کی ذمہ داری بھی اپنے اوپر لے لی ہے۔ میں اس عنایت کے لئے سب کا ممنون ہوں"۔

(مکاتیب بہادر یار جنگ، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء، ص ۵۴۰)

قائداعظم محمد علی جناح نے بھی آپ کی مساعیٔ جمیلہ کو سراہا اور شکریہ کے خطوط تحریر کئے، موصوف کے نام وہ اپنے مکتوب مورّخہ ۱۰/دسمبر ۱۹۴۰ء میں لکھتے ہیں:-

"......I thank you for your inviting me but our people must go on organising themselves on their own. I emphasise particularly the economic and educational sides of our activities."

۲ تابش الوری، سیّد۔ "سخنہائے چند": "ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست" از محمد جلال الدین قادری، طبع دوم لاہور ۱۹۹۶ء۔ ص ۴۰، ۴۱

طبقہ مختلف ازموں اور نظاموں سے نہ صرف متاثر نظر آتا تھا بلکہ اپنی فلاح اور نجات کا راز بھی انہی میں گردانتا تھا وہاں مسلمانوں کا ایک طبقہ کانگریس کو تحریکِ آزادی کا علمبردار جان کر اُس کے قریب تر ہوتا جا رہا تھا، آج اُس صورتِ حال کو سمجھنے کے لئے ہمیں ایک نظر ماضی پر ڈالنا پڑے گی، اس لئے ذیل میں اگر ہم علی گڈھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ اسلامیات کے سابق صدر پروفیسر سیّد سلیمان اشرف (۱۸۷۸ء۔۱۹۳۹ء) کی تالیف ''الرشاد'' (۱۹۲۰ء) سے ایک اقتباس نقل کرتے چلیں تو مفید رہے گا، پروفیسر مرحوم فرماتے ہیں کہ

''مسلمانوں کی انتہائی بد قسمتی یہی ہے کہ یہ کسی غیر قوم کی طرف اس غرض سے بڑھتے ہیں کہ اپنی حیاتِ دنیا سنوارنے کا طریقہ اُس سے سیکھیں، لیکن اس سے پیشتر کہ اُن وسائل و اسباب پر اُنہیں دسترس ہو دین و مذہب پہلے کھو بیٹھتے ہیں۔ مسلمانوں کا ایک عہد عیسائیت کے ساتھ تعشق و شیفتگی کا تھا[1] مسلمان ہمہ تن اُس میں حلول و جذب ہو جانے

---

[1] اس کا شکار جہاں ایک طرف انگریزی خواں طبقہ ہوا وہیں دوسری جانب برعظیم کی بعض دینی درس گاہوں میں مخصوص مقاصد کے تحت انگریز حاکموں کی آمد کا سلسلہ بھی چل نکلا۔ نیز ان کی تعریف و توصیف کی جانے لگی۔ چنانچہ ''تذکرۂ محدث سورتی رحمتہ اللہ علیہ'' (طبع اوّل کراچی ۱۹۸۱ء) کے مولّف خواجہ رضی حیدر نے ندوۃ العلماء کے دوسرے سالانہ اجلاس منعقدہ لکھنؤ بتاریخ ۱۲ر۔۱۴راپریل ۱۸۹۵ء میں پڑھی جانے والی ایک طویل نظم کا ذکر کیا ہے جس میں ملکہ وکٹوریہ اور لیفٹینٹ گورنر لارڈ الگن کی مدح کی گئی ہے۔ یہ اشعار ملاحظہ ہوں:۔

گورنمنٹ وکٹوریہ شاد بادا — دلش خرم و ملکش آباد بادا
فلک پر ہیں جب تک ستارے چمکتے — زمین پر ہیں جب تک جگنو چمکتے
گلستاں میں جب تک رہیں گل مہکتے — درختوں پہ جب تک ہیں طائر چہکتے
رہے لارڈ الگن کا اقبال یاور — مدارج ہوں لیفٹنٹ صاحب کے برتر

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

کے لئے بے تاب تھے۔ لیڈرانِ قوم نے اُس وقت نہایت بلند آہنگی
سے یہ صور پھونکا تھا کہ اگر باعزت وحرمت دنیا میں رہنا چاہتے ہو تو
یورپ میں جذب ہو جاؤ ...... اب چند سال سے ایک نیا دور شروع ہوا
مسلمانوں نے دوسری کروٹ بدلی تو اس کی تلاش ہوئی کہ اس مرتبہ کس
قوم میں مِل کر فنائے کلّی کا مرتبہ حاصل کیا جائے تا کہ رہی سہی علامتِ
اسلامی بھی مٹ جائے۔ بارے اس مرتبہ زیادہ سر گردانی کی نوبت نہ
آئی پاس ہی ملک میں ایک قوم ہمسایہ مل گئی نہایت اطمینان سے اُس
میں جذب ہونا شروع ہو گئے ...... اس دور جدید میں ہندوؤں کے لئے
وہی باتیں کی جارہی ہیں۔ مذہب کا بہت بڑا حصّہ یورپ پر سے نچھاور
کیا جا چکا تھا جو باقی تھا وہ نہایت فیاضی سے "ایک شریف قوم" نے
پہلے ہی قدم اتحاد پر قربان کر دیا۔"[1]

مندرجہ بالا اقتباس کے تناظر میں، مسلم زعماء کا ایک گروہ ہندو کا مخالف مگر
انگریزی اقتدار و تہذیب کے معاملہ میں نرم رویہ رکھتا تھا اور دوسرا گروہ انگریز کے خلاف
شدید نفرت کا اظہار کرتا، تاہم ہنود کے ساتھ ربط و اتحاد کا نہ صرف حامی و داعی بلکہ ان کا
پر چارک بنا رہا۔ نیز اِن کی معاونت کے لئے آل انڈیا کانگریس کمیٹی نے ۱۹۳۹ء میں
اپنی سر پرستی میں ایک 'شعبۂ اسلام' قائم کیا (جس کے لکھنؤ اور الہ آباد میں دفاتر بنائے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

یہاں اس بات کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ "تاریخ ندوۃ العلماء" (مطبوعہ دفتر نظامت ندوۃ العلماء۔ لکھنؤ ۱۹۸۳ء) کے مرتب مولوی محمد اسحاق جلیس ندوی نے پردہ پوشی کرتے ہوئے اجلاس کی روئداد سے مذکورہ اشعار حذف کر دیئے ہیں۔ (ظہور الدین)

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] سلیمان اشرف، پروفیسر سید محمد "الرشاد" مطبوعہ انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ کالج ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء، ص ۱۹-۲۰

گئے)، جو متحدہ ہندی قومیت کی نشرواشاعت اور تشہیر کے متعدد منصوبوں پر کام کر رہا تھا اس کا ذکر مفتی سید مصباح الحسن مودودی نے ''کانگریسی مسلمان اور حقائق قرآن'': (۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء) اور ڈاکٹر معین الدین عقیل نے ''اقبالؔ اور جدید دنیائے اسلام۔ مسائل، افکار اور تحریکات'' مطبوعہ مکتبۂ تعمیر انسانیت، لاہور (۱۹۸۶ء) میں کیا ہے مذکورہ بالا گروہوں میں پہلے گروہ کی نمائندگی علی گڑھ اور دوسرے کی دیوبند اور نیشنلسٹ علماء کے پاس تھی۔ اِن دونوں انتہاؤں کے درمیان علمائے احناف کی جانب سے اعتدال کی ایک صدا بلند ہوتی تھی کہ مسلم قوم اپنا مستقل سیاسی و ملی وجود رکھتی ہے، اسے فرنگیوں یا ہندوؤں میں جذب ہونے سے بچنا چاہیئے۔ مولانا بدایونی اسی قافلۂ احناف کے فردِ فرید تھے جنہوں نے یہ شعور دیا اور مسلمانوں کو انگریزوں اور ہندوؤں میں جذب ہونے سے بچانے کی سعی کی، لیکن اعتدال کی مذکورہ راہ سے ہٹ کر کانگریس کی قومیتِ متحدہ کے سحر میں گرفتار مسلمانوں کا ایک قابل ذکر دینی و سیاسی طبقہ نہ صرف جداگانہ مسلم قومیت ختم کرنے کے در پے ہو گیا بلکہ گاندھی اور نہرو کو اپنے لئے سمبل قرار دینے لگا جس کا کچھ اندازہ جمعیۃ علماء ہند کے زیر اہتمام بعض اجلاس میں کی جانی والی تقاریر سے ہوتا ہے جن سے ایک اقتباس نقل کرنا ضروری ہے۔ مولوی شوکت اللہ شاہ انصاری جمعیت علماء ہند کے گیارھویں سالانہ اجلاس بمقام دہلی منعقدہ ۳/تا ۵/مارچ ۱۹۳۹ء میں اپنے استقبالی خطبہ میں ''سوشلزم'' کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

> ''میرا یہ منشا نہیں ہے کہ آپ اشتراکیت کو اپنالیں۔ لیکن میری یہ مؤدّبانہ گزارش ضرور ہے کہ آپ پہلی فرصت میں سوشلزم کے متعلق

---

[۱] عبدالنبی کوکب، قاضی۔ ''تحریکِ پاکستان اور علمائے اہلِ سُنّت'' مطبوعہ خانیوال۔ طبع اوّل ۱۹۷۹ء، ص ۴

اپنی ناواقفیت دور کریں۔ یہ صحیح ہے کہ سوشلزم کا مارکسی فلسفہ مادیت پر مبنی ہے اور اس کے ارتقاء کی ایک بسیط تاریخ ہے جس سے یہاں بحث کرنا دُور از کار ہے...... "مارکسی مادیت" تاریخ ارتقاء انسانی کا ایک نظریہ ہے جس کی بحث خالصاً نظری اور اصولی ہے...... اگر آپ کے بنیادی حقوق اور تحفظات میں رخنہ اندازی کا خدشہ ہوا تو میرا خیال ہے کہ ہندوستان کے سوشلسٹ آپ کی حمایت میں سینہ سپر ہوں گے۔ میں اپنے اس بیان کی تائید میں پنڈت[1] جواہر لال نہرو (لعل نہرو) کا عام رویہ اور مسلک پیش کر سکتا ہوں۔"[2]

---

[1] پنڈت جواہر لعل کو خدا کے وجود سے اس قدر نفرت تھی کہ ایک مرتبہ لاہور کے ایک مقدمہ میں پنڈت جی سے حلف اٹھوایا گیا تو موصوف نے کہا:-

"مجھ سے وہ حلف اٹھوایا جائے جس میں خدا کا نام نہ آئے۔"

(بالشویزم اور اسلام، مطبوعہ ۱۹۴۰ء، ص ۳۶)

میں یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ پنڈت جواہر لعل نہرو نے اپنی تالیف "میری کہانی" میں جہاں مسلم قومیت کے تصور کو (بزعمِ خویش) باطل قرار دیا ہے وہاں مسلم آزاری کے لئے مسلمانوں کی وضع لباس، شکل وصورت کی تضحیک کرتے ہوئے لکھا کہ "مسلم قومیت کا تصور چند لوگوں نے اختراع کر لیا ہے، یہ محض ایک تخیل ہے...... لیکن اس مسلم قومیت کی حقیقت ہے کیا؟ کیا یہ نام ہے فنون لطیفہ، زبان اور رسوم و روایت کا...... میں نے ہر چند کوشش کی کہ اسلامی تہذیب کے مفہوم تک میری رسائی ہو جائے، لیکن میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں اس میں ناکام رہا۔ مجھے تو اسلامی تہذیب کی یہی نشانی نظر آئی کہ ایک خاص طرز کا پاجامہ جو نہ بہت لمبا ہو نہ بہت چھوٹا، مونچھوں کے تراشنے کا ایک خاص انداز، چہرے پر داڑھی اور ایک لوٹا......" (میری کہانی مؤلفہ پنڈت جواہر لال نہرو، ص ۳۳۱ بحوالہ تاریخ نظریۂ پاکستان، ص ۳۱۷)

پنڈت جی کی اس دل آزار تحریر پر جمعیت العلمائے ہند کے چپ سادھنے پر تبصرہ کرتے ہوئے پیام شاہجہانپوری اپنی تالیف "تاریخ نظریۂ پاکستان" میں لکھتے ہیں کہ

"سب سے زیادہ حیرت اس بات پر ہے کہ پنڈت جواہر لال (جواہر لعل) کی اس گستاخانہ

(باقی بر صفحہ آئندہ)

ظاہر ہے کہ جب کانگریسی علماء کی جانب سے اسلام مخالف نظریات کا پرچار کیا جا رہا تھا اور جمعیت علماء ہند اسلامی تشخص کھو دینے اور اپنے ہی ملّی وجود کو قتل کرنے پر تلی ہوئی تھی ایسے نازک وقت میں مولانا بدایونی نے اسلامیانِ ہند کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا اور بڑی دانش مندی سے کام لیتے ہوئے مسلمانوں کی جداگانہ تنظیم کا اہتمام کیا۔ یہ مسلّم حقیقت ہے کہ جو قوم اپنی مستقل تنظیم نہیں رکھتی وہ دنیا میں باقی نہیں رہ سکتی۔

ہمارے لئے یہ امر باعثِ انبساط وافتخار ہے کہ قبل ازیں ہم ''مولانا عبدالحامد بدایونی کی ملّی وسیاسی خدمات'' اور مولانا کی دو تصانیف ''مرقع کانگریس'' اور ''اسلام کا معاشی نظام اور سوشلزم کی مالی تقسیم'' شائع کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔

ادارہ پاکستان شناسی، برادر مکرم شاہد عامر قادری زِید مجدہٗ (نبیرۂ حضرت بدایونی) کا ممنون ہے کہ موصوف نے ''اسلام اور بالشویزم'' کا نایاب نُسخہ بغرضِ اشاعت عنایت فرمایا۔ جناب سید محمد فاروق القادری ہمارے دلی شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے نہایت مربوط وجامع پیش لفظ لکھ کر رسالہ کے زمانۂ تحریر اور پس منظر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اور اسلامی تعلیم وتہذیب کے خلاف معاندانہ تحریر پر کانگریسی مسلمان، مجلس احرار، جمعیۃ العلماء کے متشرع اصحاب اور کانگرس کے حامی علمائے دین وشرعِ متین کی اسلامی غیرت کو ذرا بھی جوش نہ آیا۔ وہ...... نہرو کے بدستور گُن گاتے رہے اور قائداعظم کو رُسوا کرنے میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے، جو مسلمانوں کی بحالی عظمت کے لئے سینہ سپر تھے۔ انا اللہ......''

(تاریخ نظریۂ پاکستان۔ کتب خانہ انجمن حمایت اسلام، لاہور۔ طبع اوّل ۱۹۷۰، ص ۳۱۸)

۲۔ پروین روزینہ (مرتبہ) جمعیت العلماء ہند (دستاویزات مرکزی اجلاس ہائے عام ۱۹۱۹۔۱۹۴۵ء) جلد دوم قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ وثقافت، اسلام آباد۔ طبع اول ۱۹۸۱ء۔ ص ۶۲۵، ۶۲۶

کو پوری طرح اُجاگر کر دیا ہے۔ مقامِ شکر ہے کہ آج ہم یہ نادر ورثہ اپنے محترم قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔

ظہورالدین خاں امرتسریؔ

بالشویزم اور اسلام

مؤلفہ

الحاج حضرت مولانا شاہ محمد عبد الحامد صاحب قادری معینی بدایونی مد ظلہ العالی

جس میں

بالشویزم کے نظامِ حکومت، تقسیم سرمایہ، مالی مساوات اور دیگر اصول بالشویزم پر مدلل بحث کرتے ہوئے اسلامی تعلیمات کو محققانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے

ناشران

محمد عابد القادری و زاہد القادری ناظمان

دار التصنیف مولوی محلہ بدایوں (یوپی)

قیمت ۶ر

فہرست مضامین بالشویزم اور اسلام

دیباچہ

مغربی تعلیم اور یورپ کے سیاسی پروپگنڈہ نے دنیا کے ہر حصہ میں اپنے جراثیم پھیلا دیئے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ ہندوستان کے باشندے بھی وہاں کی تحریکات سے متاثر ہوتے جا رہے ہیں۔

ہمارے ملک میں طلبا کو جو نصاب تعلیم پڑھایا جاتا ہے۔ وہ عام طور پر یہ اثر پیدا کرتا ہے کہ انسان کی زندگی کے لئے مغرب کا مقلد ہونا کافی ہے۔ اور تقلید بھی بعض خاص عقائد و خیالات کی حد تک جس میں لامذہبیت الحاد و دہریت کے جذبات نمایاں ہو جاتے ہیں، کاش ہمارے نوجوان مغربی تعلیمات سے فارغ ہو کر سائنس کی اختراعات و ایجادات میں کوئی عملی قدم اٹھاتے تو ملک کہاں سے کہاں پہنچتا۔ وہ کبھی تو مغرب کی جمہوریت کا (جو در اصل شہنشاہیت و ملوکیت ہے) شکار ہوتے ہیں۔ کبھی فیسنزم ان کے دماغوں پر مسلط ہوتا ہے۔ اور کسی وقت وہ بالشویزم[1] میں غرق ہو جاتے ہیں۔ کبھی وہ گاندھی جی کے فلسفہ اہنسا کا مطالعہ کرتے ہیں۔ یہ تمام باتیں نتیجہ ہیں اس امر کا کہ قرآنی فلسفہ اور اسلام کے اصول سیاست و حکمرانی کی طرف سے توجہ ہٹ گئی۔ کاش قرآن مجید کے حقائق پر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ دنیا کے ہر مذہب نے

---

[1] بالشویزم (Bolshevism) کیمونزم کا روسی نام، اس اصطلاح کا استعمال پہلی بار ۱۹۰۳ء میں لندن میں منعقدہ روسی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے اجلاس میں ہوا۔ اس میں کارل مارکس کے پیروؤں کو اکثریت حاصل ہوئی تھی اس لئے ان کو بالشویک (اکثریت والے) کہا گیا۔ ان کے مقابلہ میں اقلیت کو منشویک کہا گیا۔ بالشویکوں کا لیڈر لینن تھا۔ ۱۹۱۷ء کے روسی انقلاب کے بعد بالشویک پارٹی کا نام کیمونسٹ پارٹی ہو گیا۔

جس قدر بھی اصلاحات جاری کیں وہ دینِ فطرت ہی کے قائم کردہ اصول کو سامنے رکھکر۔ مفکرینِ یورپ نے لامذہبیت کے باوجود تعلیماتِ اسلام سے اخذ تو کیا مگر عصبیت نے اس حقیقت کے اظہار سے روکدیا کہ ہم نے یہ چیز کہاں سے لی۔ حالانکہ انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اپنی تحریکات پیش کرتے وقت اس کا اظہار کردیتے کہ ہم نے فلاں اصول کو اسلام سے لیا، ان مفکرین نے کہیں کہیں تو اپنے نظام میں اسلامی احکام کی گویا نقلیں ہی کیں. مگر اسلام کی شکل وصورت کو بالکل بدلکر بعض نے افراط و تفریط سے کام لیا، اُسی کا یہ نتیجہ ہوا کہ آج حقیقت پر پردہ ڈالدیا گیا۔ لیکن صداقت کسی نہ کسی وقت اپنا رنگ دکھاتی ہے انشاءاللہ تعالیٰ مستقبلِ قریب میں قرآنی تعلیمات کا آفتاب دنیا کے ہر حصہ پر ضوفگن ہوگا۔ چنانچہ کارل مارکس[۱] نے جہاں جہاں لفظ اسٹیٹ بولا ہے۔ وہ دراصل اسلامی بیت المال کا چربہ ہے۔

غرضنکہ ہمارا یہ دعوےٰ کہ اسلام دینِ فطرت ہونے کے لحاظ سے آج بھی دنیا کے ہر گوشے کے لئے ایسا لائحہ عمل پیش کرتا ہے جس پر چلنے کے بعد نہ بالشویزم ہی کی ضرورت باقی رہتی ہے اور نہ فیسزم[۲] ہی کی حاجت اور نہ مغربی جمہوریت کی۔

چونکہ بحالت موجودہ اسلامی نظامِ حکومت عملاً نگاہوں سے پوشیدہ معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے ہمارے نوجوان ہر اس تحریک کا جو نئے انداز سے ان کے سامنے آتی ہے، گرمجوشی سے استقبال کرتے ہیں، اگر اُن کے

۱مارکس، کارل (Karl Markx) ۔ (۱۸۱۸ء۔۱۸۸۳ء): جدید سوشلزم کا بانی جرمنی میں پیدا ہوا۔ بون اور برلن یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی، فلسفہ میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری لی۔ متعدد کتابیں لکھیں۔ جرمنی میں سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی بنانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آخری چند برس اپنی مشہور کتاب "سرمایہ" (داس کپتال) کی تصنیف میں بسر کئے۔ لندن میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوا۔ ۲ فاشزم (Fascism) فسطائیت، فاشئیت: ایسا نظامِ حکومت جس کا سربراہ کوئی آمر مطلق ہو، جس کی خصوصیت معاشی و معاشرتی طبقہ بندی ہو، جارحانہ قومی پالیسیاں نسل پرستی کے زیر اثر ترتیب دی جاتی ہیں اور ہر طرح کی تنقید و مخالفت کو طاقت سے دبا دیا جائے۔ تحریک فسطائیت جس کا سربراہ ۱۹۲۲ء سے ۱۹۴۳ء تک اٹلی میں مسولینی تھا۔

سامنے مغربی تحریکات کے ساتھ ساتھ قرآنی فلسفہ اور اسلامی نظام حکومت کو جدید طرز سے پیش کیا جائے تو مجھے یقین ہے کہ وہ بہت جلد اسلام کی طرف دوڑیں گے۔ ہم نے جیسا اوپر عرض کیا کہ ہندوستان میں یورپ کی اکثر و بیشتر تحریکات سامنے آتی رہیں۔ مگر نوجوانوں کو جس تحریک نے بڑی حد تک مسحور کر دیا وہ بالشویزم ہے۔ ہندوستان کے اندر بالشویزم کے مبلغین میں سب سے زیادہ نمایاں ہستی پنڈت[۱] جواہر لعل نہرو کی ہے۔ انہیں کی کوششوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ کانگریس پلیٹ فارم سے بالشویک[۲] عقاید پھیلائے گئے، حتیٰ کہ کانگریسی وزارتوں[۳] کے زمانہ میں کاشتکاروں اور زمینداروں کے لئے وہی اصول وضع کیے گئے جن کی بالشویزم مدعی یا مبلغ تھی۔ جس طرح روس میں سرمایہ کی تقسیم اور مذہب کے استیصال کے لئے مسلح قوتوں کا استعمال کیا گیا، اسی قسم کے واقعات کانگریسی دورِ[۳] حکومت میں رونما ہوئے،

ان تمام حالات اور یورپین تحریکات پر غور و فکر کرتے ہوئے میرا عرصہ سے خیال تھا کہ بالشویزم کے متعلق ایک ایسا مواد یکجا کر دوں جسمیں بالشویک لیڈروں کے اقوال کی روشنی میں بالشویزم کو پیش کر کے اس کے بالمقابل قرآنی تعلیمات درج کر دی جائیں اور مختصر مختصر نوٹ ہر عنوان کے ماتحت دیگر ان جدید تحریکات پر تبصرہ بھی کر دیا جائے۔ ظاہر میں یہ کام بہت سہل تھا مگر ایک ایسے شخص کے لئے جس کی زندگی شبانہ روز قومی اشغال کے باعث سفروں میں گذرتی ہو مشکل تھا۔ مگر خدا کے فضل سے یہ مختصر سا

۱۔ ۱۸۸۹ء۔۱۹۶۴ء ۲۔ روس کی اشتراکی جماعت ۳۔ ۱۹۳۷ء تا ۱۹۳۹ء

۸ رنومبر ۱۹۴۰ء کو متحرک ریلوں ہی میں مرتب ہوگیا۔

میں نے اس رسالہ میں بالشویزم کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ حتی الامکان پوری محنت اور بالشویزم کے ذمہ دار محرکین کے اقوال کے ماتحت لکھا ہے ممکن ہے کہ بیس سال کے عرصہ میں بعض بعض امور میں تبدیلی ہوگئی ہو لیکن جہانتک عقائد کا تعلق ہے آج بھی بالشویک[1] کارل مارکس۔ لینن[2] وغیرہ کو اپنا رہنما مانتا ہے اور اس کے عقائد وہی ہیں جو ان محرکین کے تھے۔

پس میر ا ان محققین و مصلحین کے اقوال سے استدلال کرنا غلط نہ ہوگا،

میں نے کوشش کی ہے کہ بالشویزم کے ہر عنوان کے بعد قرآنی تعلیمات پیش کردوں تاکہ ناظرین اندازہ فرمالیں کہ بالشویزم نے اپنے نظام میں اسلام سے کیا باتیں اخذ کیں۔ اور رنگ وصورت کی تبدیلی اور اپنے ذاتی نظریات کے غلط طریقہ کار نے انہیں اصل منزل سے کس قدر دور کردیا۔ میں آخر میں اپنے نوجوانوں سے مخلصانہ طور پر درخواست کروں گا کہ وہ اس رسالہ کو بغور پڑھ کر قرآنی حقایق کی طرف متوجہ ہوں۔ اور جس طرح وہ دوسرے علوم کے ریسرچ کرنے کا شوق رکھتے ہیں قرآنی احکام میں بھی پورا پورا تفحص کریں تو انہیں ماننا پڑے گا کہ قرآن پاک آج بھی دنیا کے ہر گوشے کے لئے ایسی تعلیم دیتا ہے کہ انسان اپنی زندگی کے ہر شعبہ کو ترقی پر پہنچا سکے۔ یقین کیجئے کہ نہ تو سوشلزم[3] ذریعہ نجات ہوسکتا ہے۔ اور نہ یورپ کی جمہوریت بقائے حیات کا سبب ہوسکتی ہے۔ یہ تمام تحریکات دنیا کے امن وسکون کو تباہ کررہی ہیں۔

---

[1] روس کی اشتراکی جماعت کا فرد [2] لینن (۱۸۷۰ء۔۱۹۲۴ء) روسی انقلابی، کمیونسٹ پارٹی کا بانی اور سوویت یونین کا پہلا حکمران اکتوبر ۱۹۱۷ء میں روس کی عبوری حکومت کا تختہ الٹ کر سوویت حکومت کی تشکیل کی جس کا وہ چیئرمین بنا۔ متعدد نظریاتی کتب تحریر کیں اور انقلابی تحریک کو منظم کیا۔ اس کا مقبرہ ماسکو کے سرخ چوک میں ہے۔ جہاں ہر سال لاکھوں لوگ اس کی حنوط شدہ لاش کو دیکھنے کے لئے آتے ہیں۔ [3] سوشلزم۔ اجتماعیت، اشتراکیت۔ معاشرتی تنظیم اور حکومت کا ایک نظریہ یا طریقہ جس میں ذرائع پیداوار اور تقسیم لوگوں کی اشتمالی ملکیت ہوتے ہیں اور انتظامی باگ ڈور ریاست کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ سوشلزم کا اطلاق ایسی تمام تحریکوں پر ہوتا ہے جن میں کمیونزم، انارکی اور ہڑتالی اشتراکیت شامل ہیں۔ زمانہ قدیم میں اس کا سب سے بڑا شارح افلاطون تھا۔ جدید سوشلزم کو مارکس اور اینگلز (Engles) نے سائنسی بنیادوں پر استوار کیا۔

ان بربادیوں کا علاج اگر ہے تو صرف قرآنِ حکیم کے اندر جس پر عمل پیرا ہونے کے بعد قتل وغارتگری کا دروازہ بند ہو جانا یقینی ہے۔

چونکہ رسالہ کو اختصار کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے۔ اس لئے ہر عنوان پر بحث اسی انداز سے کی گئی ہے۔ اگر آئندہ موقعہ ہوا تو اس سے زائد مباحث پیش کئے جائیں گے،

فقیر محمد عبد الحامد قادری بدایونی

۲۸ر نومبر سنہ ۱۹۴۷ء

بالشویزم کی مختصر تاریخ اور اس کے عقائد

بالشویزم کا محرک اول کون ہے۔ اس کے متعلق ارباب تاریخ اپنی اپنی تحقیقات کے مطابق مختلف رائیں ظاہر کرتے ہیں۔ مجھے جس حد تک مواد مل سکا اس سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ بالشویک خیالات پیش کرنے والوں میں لکرگس ہے جو افلاطون[1] سے قبل گزرا ہے اور جسے اسپارٹہ کے مشہور مقنن سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کے اجمالی حالات پلوٹارک[2] یونانی کی کتاب پے رے لل لائیوز میں درج ہیں اور جس کا اردو ترجمہ مولوی ہاشمی فرید آبادی نے کیا ہے جس کی تعلیمات و نظریات اکثر و بیشتر کتابوں میں موجود ہیں۔ اور اس کے بعد مزدک[3] ایرانی ہے جو ۵۰۰ء کے قریب پیدا ہوا۔

لیکن موجودہ بالشویزم کے جسم میں نئی روح پیدا کرنے والا کارل مارکس ہے۔ اس شخص کے خیالات انتہا پسند تھے۔ اس نے اپنے جذبات کی اشاعت کے لئے مختلف قسم کی جماعتیں قائم کیں، وہ کبھی تو اخبارات میں مضامین لکھتا رہا اور کبھی جرمنی کے مزدوروں کی تنظیم میں مصروف رہا۔ پہلی مرتبہ اس نے League of Just (اخوان العدل) کے نام سے جماعت قائم کی جس کا بعد میں اشتراکین نام رکھ دیا گیا، مارکس کو اسی زمانہ میں اقتصادیات کا ایک دوسرا ماہر Engels انجلیس مل گیا۔ جو مارکس کے بعد بالشویزم کا بہت بڑا محرک سمجھا جانے لگا۔ چنانچہ ۱۸۴۷ء میں مزدوروں کی جماعت نے

۱؎ یونان کا ایک بہت بڑا اور نہایت مشہور حکیم، جو ارسطو کا اُستاد اور سقراط کا شاگرد تھا۔ الٰہیات میں بہت سے رسالے لکھنے کے باعث افلاطونِ الٰہی مشہور ہے۔ ۴۳۰؟ قبل مسیح میں بمقام ایتھنز پیدا ہوا اور تقریباً اسی سال کی عمر میں وفات پائی۔

۲؎ پلوٹارک (Plutarch) (۴۶؟۔ تقریباً ۱۲۰ء) یونانی سوانح نگار اور انشائیہ پرداز۔ اس کا عظیم کارنامہ "Paral lel Lives" ہے جو یونانی اور رومی افراد کی چھیالیس (۴۶) جوڑوں اور اکیلے افراد کی چار سوانح عمریوں پر مشتمل ہے۔ اس کے اخلاقی مجموعے "Moralia" میں اخلاقی، ادبی اور تاریخی موضوعات پر مکالمے اور انشائیے ملتے ہیں۔ (جامع اردو انسائیکلو پیڈیا، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء)

۳؎ مزدک (۴۸۷ء۔ ۵۲۸ء) ایرانی فلسفی، پ۔ نیشاپور، باپ کا نام بالداد تھا۔ خراسان کے شہر نساء میں قباد اول کے عہد حکومت میں پیغمبری کا دعویٰ کیا اور ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی جو ارکان ثلاثہ آگ پانی اور خاک پر مشتمل تھا۔ اس مذہب کے عقیدوں میں سب سے اہم عقیدہ اشتراکیت ہے۔ یعنی دنیا بھر میں جتنے انسان پیدا ہوتے ہیں ان کے حقوق مساوی ہیں۔ اس کے عقیدے کے مطابق ایک مرد اپنی ماں، بہن اور بیٹی سے شادی کرسکتا ہے کیونکہ اس کے نزدیک عورت مرد کی کمزوری ہے۔ ایران کے مذکورہ بادشاہ نے مزدکی تحریک کی بہت مدد کی۔ اس کے بیٹے خسرو نوشیرواں نے مزدک اور اس کے لاکھوں پیروؤں کو بڑی بے دردی سے قتل کر دیا۔

ایک جلسہ کا نظم کر کے مارکس اور انجیلس[1] سے درخواست کی کہ وہ بالشویزم کے آئین و قوانین مرتب کریں ۱۸۴۸ء میں ان دونوں لیڈروں نے دستور تیار کر کے کیمیونسٹ منفسٹو شائع کیا جس میں درج تھا۔

"سرمایہ داروں نے جو ظلم و تشدد برپا کر رکھا ہے اس کا واحد علاج یہ ہے کہ دنیا سے جماعتی تفریق مٹا دی جائے۔ زندگی کے مصائب صرف جماعتی امتیازات کی بدولت ہیں۔ اور ان کا دفعیہ مزدوروں کی جماعت کا برسر اقتدار آکر عالمگیر یکسانیت پیدا کرنا ہے۔"

اس تحریک کی غرض و غایت یہ ہے کہ دنیا سے ذاتی ملکیت اور شخصی و انفرادی حقوق فنا کر دئے جائیں۔ اس طرح جب مزدوروں کی جماعت کو تسلط ہو گا تو آہستہ آہستہ سرمایہ داروں کی تمام جائدادوں پر قبضہ کر لیا جائے گا، اور ملکی پیداوار کے تمام ذرائع مزدوروں کی حکومت کے ہاتھ میں دیدئے جائیں گے۔

مارکس کا دوسرا نظریہ سرمایہ داری کے متعلق کارل مارکس کا یہ نظریہ بھی تھا کہ "جس چیز کو منافع سمجھ کر سرمایہ دار اپنی جیب میں رکھتا ہے حقیقت میں وہ مزدور کی کمائی ہے۔ اس طرح سے سرمایہ دار مزدور کی کمائی کا ایک حصہ کاٹ کر اپنے پاس جمع کرتا چلا جاتا ہے، اور یہ سرمایہ مستقل سرمایہ کی شکل اختیار کر کے مزدور کو بے مائیگی کا پابند بنا دیتا ہے۔"

بالشویزم کیلئے مسلح قوت کا استعمال کارل مارکس نے اس حقیقت

---

[1] اینگلس (Engels) (۱۸۲۰ء۔۱۸۹۵ء): جرمن ماہر عمرانیات کارل، مارکس کے ساتھ اشتمالیت مارکس کا بانی، ۱۸۴۵ء سے ۱۸۵۰ء تک اس نے یورپ میں انقلابی تحریکوں کو منظم کیا۔ مارکس کے ساتھ متعدد امور میں تعاون کیا۔ خصوصاً "اشتمالی منشور" ۱۸۴۸ء۔ (Communism Manifesto) کی تیاری میں۔ نیز اس نے مشہور کتاب "سرمایہ" (Das Kapital) کی دوسری اور تیسری جلد مکمل کی۔

کو صاف طور پر بتا دیا کہ بالشویزم بغیر مسلح قوت کے کامیاب نہیں ہو سکتی چنانچہ اس نے کہا۔

”اشتراکی لوگ علانیہ طور پر کہتے ہیں کہ ان کے مقاصد صرف اسی شکل میں پورے ہو سکتے ہیں کہ موجودہ نظام کو مسلح قوتوں کے ذریعہ تباہ کر دیا جائے“

بالشویزم کا نظامِ حکومت

لینن ازم کا سب سے زیادہ اہم جز مزدور اور اس کی ڈکٹیٹرشپ ہے چنانچہ اسٹالن اپنی کتاب لینن ازم اور کتاب اسٹیٹ آف ریوولیشن میں لکھتا ہے۔ ”ہم حکومت کے کل پرزوں کی پوری تخریب اس انداز سے چاہتے ہیں کہ مزدوروں کی مسلح جماعتیں اپنے ہاتھ میں عنان حکومت لے لیں“۔ ہم اس حقیقت کو ذرا بھی چھپانا نہیں چاہتے کہ جو انقلاب ہوگا وہ خونیں اور ہلاکت آفرین ہوگا۔

روسی کمیونسٹ پارٹی کا لاسلکی[۱] پیام

سنہ ۱۹۱۹ء میں تمام دنیا کے اشتراکی جماعت کے نام روسی کمیونسٹ پارٹی نے جو پیام بھیجا اس میں درج تھا۔

”اس سعی و کوشش و جنگ کا اصول یہ ہوگا کہ ساری مزدور جماعت عملی اقدامات کے لئے نکل آئے، اور نظام سرمایہ داری کے خلاف خنجر و شمشیر توپ و تفنگ سے کام لیا جائے“۔

ڈکٹیٹرشپ (یعنی ملوکیت) کی حقیقت

اسٹالن[۲] لکھتا ہے۔ ”ڈکٹیٹر ایسی مختار کل ہستی کا نام

---

[۱] لاسلکی (Wireless) وہ مشین جو تار کے بغیر ہوا کی لہروں کے دوش پر پیغامات ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتی ہے۔ چونکہ برقی رو ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر کرتی ہے۔ اس لئے یہ ہزاروں میل دور لگی ہوئی تاروں کو متاثر کرتی ہیں۔ جنگ کے دنوں میں بھی وائرلیس سے کام لیا جاتا ہے۔

[۲] سٹالن، جوزف (۱۸۷۹ء۔۱۹۵۳ء) روسی سیاسی لیڈر۔ جارجیا کے ایک گاؤں گوری میں پیدا ہوا۔ ۱۸۹۶ء میں سوشل ڈیموکریٹک پارٹی میں شامل ہوا۔ ۱۹۰۳ء میں پارٹی دو حصوں میں تقسیم ہوگئی تو بالشویک پارٹی میں شمولیت اختیار کی۔ اکتوبر ۱۹۱۷ء کے انقلاب میں سرگرم حصہ لیا۔ مختلف عہدوں پر فائز رہا۔ ۱۹۴۱ء میں سوویت یونین کا وزیر اعظم بن گیا۔ اسی سال نازی جرمنی نے سوویت یونین پر حملہ کیا تو اس نے سپریم کمانڈر کی حیثیت سے روسی افواج کی کمان کی۔ (فیروز سنز اردو انسائیکلو پیڈیا۔ طبع سوم لاہور ۱۹۸۴ء، ص ۳ـ۵)

ہے جس کا وجود ہی قوتوں کے ہجوم پر منحصر ہو اور یہ مطلق العنان اور آزاد ہستی کسی قانون اور کسی ضابطہ کی پابند نہو۔ قانونی حکومت کرنے والے سن لیں کہ ڈکٹیٹر شپ کے معنے غیر محدود قوت کے ہیں جو جبر و زبردستی پر مبنی ہو اور جسے آئین و قواعدِ شریعت سے کسی قسم کا سروکار نہو"

پھر یہی لینن۔ فاؤنڈیشن آف لینن ازم میں لکھتا ہے۔

"مزدور کی ڈکٹیٹر شپ اس انقلاب پسند اور با اقتدار ہستی کا وجود ہے جس کی مطلق العنانی سرمایہ داری کو مکمل طور پر توڑ پھوڑ کر لوگوں سے بجبر منوائی جائیگی"۔

مزدوروں کی ڈکٹیٹر شپ جمہوریت کے انداز پر صاحبِ اقتدار ہستی نہوگی جس کا انتخاب رائے عامہ سے کیا جائے"۔

اسلام کا نظامِ حکومت اور بالشویزم پر تبصرہ

ہم نے مذکورہ بالا عنوانات کے ماتحت بالشویزم کے نظام حکومت کے اصول پیش کر دیئے، اب یہاں اسلام کے نظام اور اس کی خاص خاص دفعات پر بحث کی جائیگی تاکہ ناظرین اسلامی حقائق پر سرسری نظر ڈالنے کے بعد فیصلہ کر سکیں کہ دینِ فطرت کے اصول کس قدر بلند اور کہاں تک عقلِ انسانی کے مطابق ہیں۔

اسلام نے کائنات عالم کے لئے ایک ایسا نظام پیش کیا جس میں انسان کے تمدنی۔ معاشرتی۔ اقتصادی، سیاسی، اخلاقی۔ مذہبی، اور ہر قسم کے

حقوق و آئین کا مکمل خاکہ آگیا ہے۔ اسلام دراصل حکومتِ الہٰیہ کا قیام چاہتا ہے۔ اور اس کے لئے اس نے جو اصول پیش فرمائے وہ بھی اس قدر مستحکم ہیں جنہیں انسان کی وقتی و ہنگامی قیاس آرائیاں تبدیل نہیں کر سکتیں اس ضابطۂ حکومت کے نفاذ کے لئے ایک رئیس ملت کا انتخاب کیا جاتا ہے جس کی حیثیت اشتراکیت[1] کے مطلق العنان ڈکٹیٹر کی طرح نہیں ہوتی بلکہ وہ قوانین کا نگراں اور نافذ کرانے والا ہوتا ہے، جہاں تک قوانین کا تعلق ہے اوس کی اور ایک عام شخص کی حیثیت میں فرق نہیں ہوتا وہ قوانین الہٰیہ کی روشنی میں جملہ معاملات کا فیصلہ مشاورت سے کرتا ہے اس کی ایک پارلیمنٹ ہوگی۔ جسے اصطلاح میں ارباب حل و عقد کہتے ہیں اور یہ جماعت اُن افراد پر مشتمل ہوتی ہے جو اسلامی احکام و مسائل میں تبحر رکھتے ہوں۔ ظاہری طور پر ایک غریب سے غریب فرد کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ خلیفۂ وقت یا امیر ملت سے استصواب و مواخذہ کر سکے۔

قرآن حکیم نے اسلامی حکومت کی بنیاد کے لئے ذیل کا حکم دیا،

(۱) وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ[2]۔ (۱) اور حکومت میں مسلمانوں سے مشورہ لیا کرو

(۲) وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ[3] (۲) ان کی حکومت باہمی مشورہ سے ہے

اسلامی حکومت میں عدل و انصاف

اسلامی نظام حکومت میں اشتراکیت کی طرح مسلح قوتوں یا جبر و اکراہ کی تعلیم نہیں دی گئی، بلکہ اسلامی حکومت کا دار و مدار عدل و انصاف پر رکھا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید نے اس بارہ میں فرمایا

---

[1] ایک جماعتی نظریۂ فکر یا اس کے بموجب طریقۂ نظام جس کے تحت حقوق ملکیت ایک عام جماعتی مفادات میں من حیثیت المجموع منتقل ہو جاویں، مشترک جماعتی حقوقِ ملکیت کی حکمت عملی جس کی ابتدا ۱۷۸۹ء کے انقلاب فرانس سے ہوئی۔ [2] سورۃ آل عمران، ۱۵۹ [3] سورۃ شوریٰ، ۳۸

(۱) وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ ۚ اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِہٖ ؕ (سورہ نساء)
(۱) جب انسانوں کے تم حاکم بنو تو حکم کیا کرو انصاف کیساتھ، خدا تم کو اچھی بات کی نصیحت کرتا ہے۔

(۲) وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۫ ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ (مائدہ)
اور لوگوں کی عداوت تم کو اس جرم کے ارتکاب کی باعث نہو کہ تم انصاف نکرو (ہر حال میں) انصاف کرو۔ انصاف ہی پرہیزگاری کے قریب تر ہے اللہ سے ڈرو

اسلامی نظام حکومت کے یہ وہ زرین اصول ہیں جن پر مسلمانوں کے خلفا حکومت کرتے تھے، اس عدل و انصاف میں قومی عصبیت یا مذہبی افراد کی رعایت کا کوئی سوال نہ تھا۔ اگر ایک دشمنِ خدا اور مسلمان کے درمیان مقدمہ ہوتا اور یہ ثابت ہو جاتا کہ مسلمان مجرم ہے تو مسلمان کو سزا دیجاتی دوسری جگہ اسی مضمون کو اس طرح فرمایا گیا،

وَاِنْ حَکَمْتَ فَاحْکُمْ بَیْنَھُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ
یعنی اگر تو غیر مسلموں کے بارہ میں فیصلہ کرے تو انصاف سے فیصلہ کر بے شک خدا انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے، (مائدہ)

اسلامی قانون میں شاہ و گدا یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَیْسَ لِاَحَدٍ عَلٰی اَحَدٍ فَضْلٌ اِلَّا بِدِیْنٍ اَوْ تَقْوٰی (مشکوٰۃ)
یعنی کسی کو کسی پر فضیلت نہیں ہے۔ مگر دین یا تقویٰ سے۔

حضرت خلیفہ اول رضؓ کی تقریر

حضرت امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جس وقت امیر منتخب ہوئے تو آپ نے فرمایا۔

"اے لوگو! میں تمہارا امیر مقرر ہوا ہوں، حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں بیں تو صرف شریعت الٰہیہ کا اتباع کرنے والا ہوں۔ کوئی نئی بات پیدا کرنے والا نہیں ہوں اگر میں صحیح کام کروں تو میری مدد کرو۔ ورنہ مجھے سیدھا کردو۔" (ابن سعد)

حضرت خلیفہ ثانیؓ کا ارشاد گرامی

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

لَا خِلَافَۃَ اِلَّا عَنْ مَشْوَرَۃٍ

یعنی خلافت صرف مشورہ سے ہے۔

اسلامی حکومت کا وہ اعلیٰ ترین دور جسنے انسانی عروج و ترقیات کے دروازے کھولدئے۔ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضؓ کا زمانہ خلافت ہے۔ یہی وہ مقدس دور ہے جس نے دنیائے حکومت کی راہ نمائی فرماکر وہ قوانین جاری کئے جس کی آج نقلیں اتاری جارہی ہیں جس وقت تک قرآن حکیم کے اصول و قوانین پر عمل ہوتا رہا۔ دنیا عدل وانصاف اور ترقیات سے معمور رہی اوسکے بعد شہنشاہیت اور شخصی سلطنت قائم ہوگئی اپنے اغراض کیلئے ذاتی قوانین بنائے گئے جن کی وجہ سے فتنوں کا دروازہ کھلگیا اس خصوصی میں ان قوانین پر کسی تفصیلی بحث کا موقع نہیں۔ البتہ قوانین کے

عنوانات درج کئے جاتے ہیں۔

اسلام کے جمہوری قوانین کی دفعات کا مختصر خاکہ

۱۔ مجلس شوریٰ اور اس کے ارکان کے انتخاب کا طریقہ
۲۔ مجلس شوریٰ کے عام اجلاس
۳۔ عام رعایا کو مداخلت کا حق
۴۔ عہدہ داران کے تقررات کیلئے مجلس شوریٰ
۵۔ تقرراتِ عاملین
۶۔ محکمہ تحقیقاتِ عاملین

۲۔ قواعدِ عدالت
۳۔ قضاۃ[1] کا انتخاب
۴۔ عدالتوں کا طریقہ کار
۵۔ انسداد رشوت ستانی
۶۔ عدل وانصاف

صیغۂ محاصل

۱۔ خراج کی وصولی کا طریقہ
۲۔ شرح لگان
۳۔ زمینداری و تعلقہ داری کے قوانین
۴۔ گرجاؤں اور دوسرے معابد کے حقوق کا تعین۔
۵۔ مالگذاری کی وصولیابی کا طریقہ
۶۔ بندوبست میں ذمیوں سے رائے لینا اور ان کی نمائندگی۔

صیغۂ فوج

۱۔ فوجداری و پولیس کے قوانین
۲۔ جیلخانے کی ایجاد
۳۔ بیت المال یا خزانہ
۴۔ پبلک ورکس
۵۔ محکمہ نہر
۶۔ عام بھرتی کا قانون

غیر مسلمین کے ساتھ رعایت

۱۔ ذمیوں[2] کے حقوق کی نگرانی
۲۔ معاہدات
۳۔ مذہبی امور میں آزادی

صیغہ عدالت مذہبی

۱۔ محکمہ قضا

۱۔ قاضی کی جمع ۲۔ اسلامی حکومت کا وہ غیر مسلم شہری جو جزیہ ادا کرے۔

ان عنوانات کو پڑھکر ہر شخص بخوبی اندازہ کرسکتا ہے کہ اسلامی دورِ حکومت میں حضرات خلفائے اسلام نے انسانی تمدن و حکومت کے لئے کیسی شدید محنت فرمائی، وہ کونسی ایسی پبلک ضرورت تھی جس کا نظم نہ فرمایا ہو، ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ ان مقدس بزرگوں نے تمام دنیا کے لئے قرآنی روشنی میں وہ قوانین مرتب کردیئے کہ دوسرے اہل مذاہب گو اقرار نہ کریں لیکن عملاً سب کو اسلامی تعلیمات ہی سے قوانین اخذ کرنا پڑتے ہیں۔ چونکہ رسالہ میں اختصار سے کام لینا ہے۔ اس لئے مذکورہ بالا عنوانات پر تفصیل سے بحث نہیں کی گئی۔

سرمایہ داری

بالشویک[1] نظام حکومت کے متعلق ہم نے بتایا تھا کہ وہ ہر قسم کے سرمایہ کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ اب یہاں سرمایہ داری کے بارہ میں اسلامی احکام درج ہوں گے اس مسئلہ میں پہلی بات غور طلب یہ ہے کہ سرمایہ داری اور سرمایہ پرستی میں معنوی فرق کیا ہے محض سرمایہ داری کوئی بری شے نہیں ہے، البتہ وہ سرمایہ پرستی جس کی مہاجنوں[2] اور سود خواروں کی طرح پرستش کیجائے اور ضرورتمند اور قرضدار کی زندگی ختم کرنے کے لئے جو اصول مہاجنی سسٹم میں برتے جاتے ہیں وہ بلاشبہ اس قابل ہیں کہ انہیں ختم کردینا چاہیئے۔ اسلام نے ان تمام باریک پہلوئس پر غور کرتے ہوئے ایسے احکام صادر کئے کہ مہاجنی[3] سرمایہ پرستی ختم کردی گئی، سرمایہ انسان کے پاس دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جو بذریعہ وراثت حاصل ہو۔ دوسرا وہ جو اپنی کوشش و محنت یا تجارت و صنعت وغیرہ کے ذریعہ پیدا کیا جائے۔ اگر ایک شخص تجارت اور ذاتی جدوجہد سے

---

[1] روس کی انقلابی جماعت کی اس انتہا پسند اکثریت کا نام جس نے ۱۹۰۳ء میں جماعت کی اقلیت (مینشویکی) چھوڑ کر اپنی ایک علیحدہ مستقل انقلابی جماعت اس نام سے قائم کی تھی۔ [2] مہاجن: بڑا آدمی، غنی، دولت مند، بیوپاری، سوداگر، صراف، ساہوکار، ہنڈی والا، بینکر، خزانچی [3] ساہوکاری۔ سوداگری

جائز طور پر حاصل کرتا ہے تو اس دولت کو مطلقاً اسٹیٹ یا حکومت کے قبضہ میں کرنا خلاف عقل و فہم ہے۔

اسلام نے ایک طرف تو سرمایہ کو جائز طور پر محنت سے کمانے کی اجازت دی دوسری جانب اُس نے سرمایہ داروں پر یہ لازم کر دیا کہ وہ غریبوں محتاجوں کی خدمت و اعانت کو اپنا فرض سمجھیں تاکہ یہ غریب و نادار طبقہ تباہ نہ ہو جائے۔ اسلام نے اُس عیش پرستی کو جس میں دولت و سرمایہ کو بُری طرح برباد کیا جائے قطعاً منع کر دیا

موروثی سرمایہ اور قانونِ وراثتِ اسلامی

وہ سرمایہ جو کسی شخص کو وراثتہً ملے اس کے لئے اسلام نے مستقل قوانین مرتب کئے۔ مرنیوالے کے بعد جائداد منقولہ و غیر منقولہ کو بہت سے حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اس طرح جائداد میں سرمایہ دارانہ اصول پر مستفید ہونے کی وہ قوت ہی باقی نہیں رہتی جو کسی فرد واحد کی ملکیت میں آنے سے حاصل ہوتی ہے بعض اقوام میں دستور ہے کہ جائداد منقولہ صرف بڑے بیٹے کو ملتی ہے۔ اور بعض میں صرف اولاد نرینہ کا حق ہے۔ دوسروں کو حصہ نہیں ملتا۔ اسی طرح بعض اقوام میں حین حیاتی[1] وراثت کی قید لگا دی گئی ہے۔ اور بعض نے مشترک خاندان میں وراثت محدود کی تاکہ غیر خاندان مستفید نہ ہو سکے اس طرح فرض کیجئے کہ ایک بڑا زمیندار مر جائے اور اسکی جائداد کا تنہا مالک اس کا بڑا بیٹا ہو تو ظاہر ہے کہ گو مرنیوالا سرمایہ دار مر گیا۔ مگر اس کی سرمایہ داری بدستور قائم رہی صرف مالک بدلگیا۔ اس صورت میں سرمایہ داری بدستور قائم رہے گی۔ اگر اس سرمایہ داری کو ایک کے قبضہ سے نکالکر سو ورثار پر تقسیم کر دیا جائے تو اس کی قوت ٹوٹ جائیگی۔ یہی وہ

---

[1] حینِ حیات: ساری زندگی۔ عمر بھر۔ زندگی بھر۔ زندگی کا زمانہ

عظیم الشان اصول ہے جسے اسلام نے پیش کیا بلکہ اسلام نے تو ورثا کے علاوہ
بھی یہ حکم دیا کہ "موت سے قبل اپنی جائداد کا وہ حصہ جو کل جائداد کی ایک تہائی سے
زیادہ نہو ان لوگوں کو جنہیں شرعاً حصہ نہیں پہنچ سکتا، یا پبلک کاموں کے لئے
وصیت کر دیا جائے"

یہ شکل بھی جائداد اور سرمایہ کو مختلف حصوں میں تقسیم کر دیتی ہے۔ اب
تقسیم سرمایہ کے بارہ میں قرآنی احکام ملاحظہ ہوں۔

(۱) وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۵ (بنی اسرائیل)

(۱) قرابت دار کو اس کا حق دیتے رہنا اور محتاج و مسافر کو بھی اور مال کو بے موقع فضول خرچی میں نہ اڑانا۔

(۲) وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ (۴ النسآء)

اور ہر ایسے مال کے لئے جسے والدین اور رشتہ دار لوگ چھوڑ دیں ہم نے وارث مقرر کر دیئے ہیں اور جن لوگوں سے تمہارے عہد ہوں اون کو انکا حصہ دیدو

ان احکام کے ماتحت اگر بنظر انصاف غور و فکر کیا جائے تو تسلیم
کرنا پڑے گا کہ اسلام نے تقسیم سرمایہ کے جو قوانین بنائے وہی انسانی زندگی
کے لئے مفید ہو سکتے ہیں۔ اگر ان احکام پر عمل کیا جائے تو نہ تو بالشویزم، کی طرح
مالداروں کے مال پر غاصبانہ قبضہ ہی کی ضرورت باقی رہتی ہے اور نہ سرمایہ
داری کے استیصال کے لئے جبر و تشدد یا مسلح قوتوں کے استعمال کی۔
بالشویزم کو ناز ہے کہ اس نے سرمایہ داروں کی قوت کو توڑ دیا۔ لیکن کیا اس بات

سے انکار کیا جا سکتا ہے کہ اس نظام سے قبل جو قوت سرمایہ داروں کو حاصل تھی۔
وہی اب ان کی جماعت یا ڈکٹیٹر کو نہیں مل گئی۔

سرمایہ داری پر دوسری توجیہ

دنیا میں کوئی چیز بھی اپنی اصل حقیقت کے اعتبار سے مضر نہیں۔ ہر شے کا حسن و قبیح موقوف ہے اسکے صحیح یا غلط استعمال پر پس سرمایہ داری کے متعلق اشتراکیت کا یہ کہنا۔ No: Capital ۔ سراسر لغو ہے
سرمایہ وغیرہ کو بالشویزم فنا کر دینے کی مدعی ہے حالانکہ خود بالشویک افراد اپنے نظام کو منوانے کے لئے سرمایہ اور حکومت کے محتاج ہیں۔ کیا ان کو بغیر سرمایہ اور حکومت کے کامیابی ہو سکتی ہے اور کیا ان کی حکومت کو سرمایہ دارانہ حکومت نہیں کہا جا سکتا اگر وہ نفس مذہب کو نہیں مانتے (جیسا کہ آئندہ اوراق میں ہم بحث کرینگے) تو ہم ان سے دریافت کرتے ہیں کہ اپنی جس تجویز کردہ اسکیم کو وہ لوگوں سے منواتے یا اسکی تبلیغ کرتے ہیں وہ بھی تو ایک قسم کا عقیدہ ہے۔

سرمایہ داری اور اسلام

سرمایہ سے جہاں ترقی و تمدن کا کام لیا جاتا ہے ٹھیک اسی طرح سرمایہ سبب آلام بھی بنجاتا ہے، اس لئے اسلام نے دونوں حیثیتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے فرمایا کہ سرمایہ کسی انسان کا مقصود بالذات نہیں بلکہ اسے ضروریات انسانی کے لئے ایک ذریعہ سمجھنا چاہئے چونکہ سرمایہ سے بالطبع انسان کو محبت ہوتی ہے اور جب یہ محبت بڑھجاتی ہے تو یہی مال سببِ معصیت بنجاتا ہے۔ اس لئے اسلام نے اسے خاص طور پر نظر میں رکھا، چنانچہ سرمایہ داری اور اس کے مصرف پر قرآن حکیم نے جو ہدایات دیں اس میں

کی چند یہاں درج کی جاتی ہیں،

(۱) إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّن تَبُورَ ۝ (سورہ فاطر)

(۱) بے شک جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے اور نماز پڑھتے ہیں اور جو ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے ظاہر اور پوشیدہ طور پر خرچ کرتے ہیں تو وہ امیدوار ہیں ایسی تجارت کے جو کبھی ہلاک نہو گی۔

(۲) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ (البقرۃ)

(۲) اے ایمان والو (خدا کی راہ میں) عمدہ چیزوں میں سے جو تم نے تجارت سے کمایا خرچ کرو۔

وہ سرمایہ جو خرچ نہ کیا جائے

(۳) وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُم بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (آل عمران)

(۳) اور نہ سمجھیں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں جو اللہ نے ان کو دیا ہے کہ یہ انکے حق میں بہتر ہے بلکہ یہ ان کے لئے برا ہے، عنقریب طوق بنا کر ڈالا جاویگا اس چیز کا جسپر انہوں نے بخل کیا قیامت کے دن۔

(۴) وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ

(۴) اور جو لوگ سونا چاندی جمع کر رکھتے ہیں اور اس کو خرچ نہیں کرتے تو ان کو دردناک عذاب کی خبر دیدیجیے۔

جس دن وہ تپایا جائیگا دوزخ کی آگ میں

فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ ○ (توبہ)

پھر اُن سے داغی جائیں گے، اُن کے ماتھے اور کروٹیں اور پیٹھیں۔ کہا جائے گا یہ ہے جو تم نے جمع کیا تھا۔

(۵) وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيتًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَآتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَإِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ○ (البقرۃ)

(۵) جو لوگ خدا کی رضا جوئی کے لئے اپنی نیت ثابت رکھکر اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایک باغ کی طرح ہے جو اونچے پر واقع ہے۔ اسپر زوروں کا مینھ پڑا تو وہ اپنا دو چند پھل لایا اور زور کا مینھ بھی نہ پڑا تو اسکو ہلکی پھوار بھی بس کرتی ہے۔ تم جو بھی کرتے ہو خدا اسے دیکھ رہا ہے۔

(۶) مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ○ (البقرۃ)

(۶) جو لوگ اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اوس کی مثال اوس دانہ کی ہے جس سے سات بالیں پیدا ہوں ہر بال میں سو دانے ہوں۔ اللہ بڑھاتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے اور خدا بڑی گنجایش والا ہے۔

(۷) وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ

(۷) اور اپنا ہاتھ نہ تو اتنا سکیڑو کہ گردن میں بندھا رہے اور نہ بالکل پھیلا دو (ورنہ) بیٹھے رہ جاؤ گے کہ

مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۝ لوگ تم کو ملامت بھی کریں گے
(بنی اسرائیل) اور تم تہی دست بھی ہو جاؤ گے۔

آیات بالا میں ایک طرف تو اُن سرمایہ داروں کو جن کی دولت سے غریب مستفید نہ ہوں اور جن کا سرمایہ تجوریوں میں بند رہے یا جس مال سے قومی و مذہبی ضروریات کی امداد نہ کی جائے شدید الفاظ میں وعید فرمادی۔

اور دوسری طرف ان مالداروں کی دولت کو سراہا جسے خدا کی مخلوق کی امداد پر خرچ کیا جاوے۔

کیا قرآن مجید کی ان چند ہدایتوں میں دنیا کے سرمایہ داران کے لئے سبق موجود نہیں ہے۔

بلاشبہ حقیقت شناس نظریں ان ہدایات کا استقبال کریں گی اور اونھیں اقرار کرنا پڑے گا کہ قرآنی قوانین نے سرمایہ کی تقسیم بھی فرمائی اور غریب وضرورتمند انسانوں کو بھی بتادیا کہ ان کا حق سرمایہ داروں کے مال میں کس حد تک ہے۔ آج اگر اسلامی حکومت[۱] قائم ہو جائے تو دور فاروقی کی طرح ہر سرمایہ دار سے زکوٰۃ۔ عشر[۲] و خراج[۳] وصول کر کے بیت المال[۴] میں جمع ہو سکتا ہے۔ اور غریبوں۔ ضرورتمندوں کی تمام پریشانیاں رفع کی جاسکتی ہیں اور وہ بھی اس صورت کے ساتھ کہ زمیندارانہ[۵] اور تعلقدارانہ[۶] حقوق بھی باقی رہتے ہیں اور غریبوں کے حقوق وضروریات کا بھی تعین ہو سکتا ہے اور اُن

---

[۱] دسواں حصہ [۲] محصول زمین۔ لگان [۳] شاہی خزانہ، خزانہ عامرہ، سرکاری خزانہ، مال گھر [۴] مالکانہ

تمام زیادتیوں کا جو سرمایہ دارانہ جبر و تشدد سے پیدا ہوتی ہیں انسداد کیا جا سکتا ہے۔ اگر اسلامی نظامی حکومت کے ماتحت ملک کا نظم کیا جائے تو دنیا دیکھ لے گی کہ آج سے تیرہ سو سال قبل سرمایہ دارانہ سسٹم اور پبلک ضرورتوں کے اسلامی قوانین و ابواب کس درجہ مکمل ہیں۔

مزدور کا درجہ اسلام میں

قانونِ اسلام میں مزدور و اجیر[۱] کے لئے بھی خاص دفعات رکھی گئیں تاکہ یہ طبقہ اپنے حقوق سے محروم نہ رہے۔ ہم ذیل میں اس عنوان کے ماتحت چند احادیث نبویہ نقل کرتے ہیں جن کے مطالعہ سے ناظرین اندازہ فرما سکتے ہیں کہ اسلام نے مزدوروں کی اجرت وغیرہ کے لئے کس قدر تاکید فرمائی۔

(۱) عن عبدِ اللّٰہِ بن عمرؓ قال قَالَ رَسولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اعطوا الاَجِیرَ اَجرَہٗ قَبلَ اَن یَجِفَّ عَرَقُہٗ۔ (رواہ ابن ماجہ)

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرؓ راوی ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عطا کرو مزدور کی مزدوری اس سے قبل کہ اوس کا پسینہ خشک ہو۔ اس حدیث کو ابن ماجہ نے روایت کیا۔

(۲) عن ابی ھریرۃؓ قال قالَ رسولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اللّٰہ تعالیٰ ثَلٰثَۃٌ اَنا خَصمُھُم یومَ القیامۃِ رَجُلٌ اَعطٰی بِی

(۲) حضرت ابی ہریرہؓ راوی ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہوا کہ میں قیامت کے دن تین شخصوں سے جھگڑوں گا ایک تو وہ شخص جسنے

---

[۱] اُجرت پر کام کرنے والا، مزدور، تنخواہ پانے والا، محنتی

ثُمَّ غَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَكَلَ ثَمَنَهٗ وَرَجُلٌ اِسْتَاجَرَ اَجِيْرًا فَاسْتَوْفٰى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهٖ اَجْرَهٗ۔
(رواہ البخاری)

میرے نام کیساتھ عہد کیا اور پھر اوس عہد کو توڑ ڈالا۔ دوسرا وہ شخص جس نے بیچا ایک آزاد کو اور پھر کھایا اوس کا مال تیسرا وہ شخص جسنے مزدور کو مزدوری پر لگا کر اس سے کام لیا پورا پورا اور نہ دی اسکو مزدوری (روایت کیا اس حدیث کو بخاری نے)

ان دو حدیثوں کی روشنی میں اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اسلامی قانون میں مزدوروں کے حقوق اور اونکی مزدوری ادا کرنے کی کس قدر سخت الفاظ میں تاکید کی گئی ہے۔

اسلامی حیثیت سے مزدوروں کی اجرت اور اُن کے کام کے تعین کے علاوہ از قسم بیگار[1] وغیرہ کام لینا کسی طرح جائز نہیں جس قدر کام کی اجرت طے ہو اور جو اوقات معین ہوں اون سے زائد کاموں کا بار ڈالنا اور وہ بھی بغیر اجرت کے یہ ایک ایسا جبر و تشدد ہے جو شرعًا روا نہیں ہو سکتا۔

رسالہ کے دوسرے مباحث اور پھر قلتِ گنجایش کے باعث اس عنوان کو اس قدر تحریر کرنے کے بعد ہم تفصیلی بحث کو دوسرے موقعہ کے لئے اٹھاتے ہیں۔

اسلام نے کسبِ حلال اور دست و بازو کی محنت و مزدوری سے کمانے کو بہترین اور پاکیزہ مال قرار دیا چنانچہ حدیث میں فرمایا گیا۔

---

[1] وہ کام، جو زبردستی مزدوری کے بغیر کیا جائے۔

اِنَّ اَطْیَبَ مَا اَکَلْتُمْ مِنْ کَسْبِکُمْ۔ یعنی بیشک زیادہ سے زیادہ پاک مال جو تم کھاؤ گے وہ ہے جسے تم کسب حلال سے حاصل کرو
اگر بالشویزم کے اصول کو مان لیا جائے تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ انسان سے محنت وجفاکشی کا جذبہ مفقود کرنا چاہتی ہے۔

زکوٰۃ اور بیت المال

اسلام نے ایک طرف تو قانونِ وراثت کے ماتحت سرمایہ کو ہزاروں حصّوں میں تقسیم کردیا دوسری طرف اس نے ہر اُس سرمایہ دار پر جس کے پاس ساڑھے باوَن ۵۲ تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا یا زیورات یا روپیہ ہو سالانہ ٹیکس مقرر کردیا جسے اصطلاحِ شریعت میں زکوٰۃ کہتے ہیں اس طرح بھی اسلام نے غریبوں کو سرمایہ داروں کے سرمایہ میں داخل کردیا۔ یہ رقم غریبوں، محتاجوں کی ضروریات پر خرچ کرنے کے لئے ہر سال نکالی جائے گی۔ چونکہ اسلام اسکی تقسیم کو ایسے منظم طور پر چاہتا ہے کہ غریب ومفلس محروم نہ رہ جائیں اس لئے رقم زکوٰۃ کے لئے اوس نے ایک عظیم الشان محکمہ کی بنیاد ڈالی جسے بیت المال کہتے ہیں جس کا نظم وانتظام امیر ملت یا خلیفۂ وقت کی سپرد کیا گیا۔ اس محکمہ میں ہر صاحب نصاب[1] کا اندراج اور محتاجوں کے نام وپتے محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ اسلامی بیت المال[2] ایک ایسا عظیم الشان محکمہ ہے کہ اوسکے ماتحت سرمایہ کی تقسیم وفراہمی اس صورت سے کیجاتی ہے کہ غربار و فقرار پوری طرح مستفید ہوسکیں۔ اگر آج بھی مسلمانوں کے ہاتھ میں حکومت

---

[1] نصاب: اتنا مال، جس پر زکوٰۃ دینا واجب ہو [2] وہ خزانہ جس سے عام مسلمانوں کی امداد کی جائے

اور اوس کا نظام ہو تو بیت المال میں رقم زکوٰۃ لاکھوں کروڑوں جمع ہو کر غربا کی زندگی کا نظام بہتر سے بہتر شکل میں قائم ہو سکتا ہے اور جو لڑائیاں تقسیم سرمایہ کے سلسلہ میں جاری ہیں اون کا خاتمہ بھی اسلام کی تحریک زکوٰۃ بآسانی کر سکتی ہے۔

خمس[1]، عشر، خراج کا اسلامی قانون

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں عشر و خراج وغیرہ کا ایک مستقل شعبہ کھولدیا۔ عشری اُس زمین کا نام تھا جو مسلمانوں کے قبضہ میں آتی ایسی زمینوں کے حسب ذیل اقسام تھیں۔

(۱) عرب کی زمین جس کے قابضین اوائل اسلام میں مسلمان ہو گئے تھے (۲) جو زمین کسی ذمی[2] کے قبضہ سے نکلکر مسلمانوں کے قبضہ میں آتی مثلاً لاوارث مر گیا یا مفرور ہو گیا یا بغاوت کی یا استعفا دے دیا (۳) جو افتادہ زمین کسی حیثیت سے کسی کی ملک نہیں ہوتی تھی اور اُسکو مسلمان آباد کرتے تھے ان تمام اقسام کی زمینیں عشری کہلاتی تھیں۔ ان زمینوں پر اصل پیداوار کا دسواں حصہ بطور زکوٰۃ کے لیا جاتا اگر یہ زمینیں ذمیوں کی قدیم نہروں سے سیراب ہوتیں تو ان سے خراج لیا جاتا اور اگر خود مسلمان نہریں کھود کر اوسے پانی دیتے تو ان زمینوں سے عشر لیا جاتا رقم عشر[3] کسی حالت میں کم یا معاف نہیں ہوتی تھی یہانتک کہ خود خلیفہ یا بادشاہ بھی معاف کرنا چاہے تو معاف نہیں ہوتا تھا

---

[1] پانچواں حصہ۔ پنجم [2] مسلمانی حکومت کے غیر مسلم شہری [3] دسواں حصہ

عشر کا یہ حال تھا کہ سال میں جتنی فصلیں ہوتی تھیں سب کی پیداوار سے الگ الگ عشر لیا جاتا تھا۔

مالگذاری کا طریقہ مالگذاری[۱] کی وصولی کا طریقہ بھی حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ تھا کہ جب مالگذاری کی قسطیں کھلتیں تو تمام پرگنہ جات سے رئیس وزمیندار اور عراف طلب کئے جاتے اور وہ پیداوار کے لحاظ سے کل ملک کے خراج کا ایک تخمینہ پیش کرتے تھے اوس کے بعد ہر ہر ضلع اور پرگنہ کا تخمینہ مرتب کیا جاتا جس میں مقامی زمیندار اور مکھیا[۲] شریک ہوتے یہ تخمینی رقم ان لوگوں کے مشورہ سے ہر ہر گاؤں پر پھیلائی جاتی۔

گرجاؤں وغیرہ کے مصارف پیداوار جو ہوتی اوس میں سے اول گرجاؤں۔ حماموں کے مصارف اور مسلمانوں کی مہمانی کا خرچ وضع کر کے نکال لیا جاتا باقی جو بچتا اس میں سے جمع مشخصہ ادا کی جاتی ہر گاؤں پر جو جمع تشخیص ہوتی پٹوں[۳] سے اوسکا ایک حصہ گاؤں کے پیشہ وروں سے بھی وصول کیا جاتا

شرح لگان لگان[۳] کی شرح گیہوں پر فی جریب[۴] یعنی پون بیگہ پر ۲ درہم سالانہ۔ جو پر ایک درہم سالانہ۔ ترکاری پر ۳ درہم سالانہ روئی پر ۵ درہم سالانہ۔ انگور پر ۱۰ درہم سالانہ۔ تلوں پر ۸ درہم سالانہ۔ ترکاری پر ۳ درہم سالانہ۔

---

۱ زمین کا سرکاری محصول ادا کرنا ۲ چودھری، سرغنہ، سردار، سرگردہ، افسر ۳ سرکاری محصول ۴ جریب: زمین ناپنے کا پیمانہ۔ ہندستانی ساٹھ اور انگریزی پچپن گز کی زنجیر، جو بیس گٹھے کی ہوتی ہے۔

خالصہ اراضیات

بعض اراضیات خالصہ[1] کہلاتی تھیں اگر کسی شخص کو اسلامی خدمت کے صلہ میں جاگیر عطا کی جاتی تو اِن خالصہ زمینوں سے دی جاتی اِن جاگیرات پر بھی خراج[2] یا عشر[3] مقرر تھا ابتدائً مابین صحابہ کرام اور سیدنا فاروق اعظم بڑی بحث رہی کہ ممالک مفتوحہ کی زمینیں آیا رعایا کے قبضہ میں رہیں اور اونھیں آزاد چھوڑ دیا جائے یا ان اراضیات پر فاتحین کا حق ہے یا آیندہ نسلوں کا بھی حق ہوگا چنانچہ حضرات مہاجرین وانصارؓ کا ایک بڑا جلسہ ترتیب دیا گیا بحث و مباحثہ جاری رہا حضرت سیدنا فاروق اعظم نے آیہ مبارکہ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ[4] سے استدلال فرما کر زبردست تقریر کی تمام صحابہ کرام نے متفق اللسان ہو کر حضرت سیدنا فاروق اعظم کی رائے سے اتفاق کیا اوس کے بعد طے پایا کہ جو ممالک فتح کئے جائیں وہ فوج کی مِلک نہ ہوں بلکہ حکومت کے ملک ہوں گے اور پچھلے قابضین کو بے دخل نہیں کیا جائے گا۔

زمینداری و تعلقہ داری

جو لوگ قدیم زمانہ سے تعلقہ دار[5] یا زمیندار تھے جس کو ایرانی زبان میں مرزبان اور دہقان کہتے تھے حضرت سیدنا فاروق اعظم نے انکی حالت بدستور قائم رہنے دی اور ان کے حقوق و اختیارات کو بحال رکھا۔

غرض اسلامی حکومت کے زمانہ میں خراج[2] و عشر[3] اور زکوٰۃ کی وصولی کا شدت سے اہتمام تھا۔ ممکن نہ تھا کہ کوئی زمیندار تعلقہ دار[5] عشر و خراج[2] ادا نکرے یہ تمام رقوم اسلامی حکومت

---

[1] سرکاری زمین [2] محصول زمین۔ لگان [3] دسواں حصہ [4] اور وہ جو ان (یعنی مہاجرین وانصار کے اس میں قیامت تک پیدا ہونے والے مسلمان داخل ہیں) کے بعد آئے (سورۃ الحشر، ۱۰) [5] جاگیردار۔ علاقہ دار

وصول کر کے پبلک ضروریات پر خرچ کرتی۔ ابتداءً خراج کی رقم آٹھ کروڑ سے دس کروڑ بیس ہزار درہم تک پہنچ گئی اس رقم کی وصولی و خرچ کا ایک مستقل نظام قائم تھا آج اگر مسلمانوں کو قوت حاصل ہو جائے اور وہ اسلامی حکومت قائم کر لیں تو دور فاروقی اور فقہائے کرام کی قائم کردہ دفعات کے ماتحت بہتر سے بہتر انتظامات کئے جا سکتے ہیں۔

عام خیرات و صدقات زکوٰۃ کے علاوہ بھی اسلام نے ہر سرمایہ دار کو حکم دیا کہ وہ غریبوں فقیروں کی خدمات، خیرات و صدقات کے ذریعہ کرتا رہے، چنانچہ ایک عام حکم ذیل کے الفاظ میں دیا گیا ہے۔

(۱) وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ اور ماں باپ اور قرابت والوں۔ یتیموں وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ اور محتاجوں اور قرابت والے پڑوسیوں اور پاس وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ کے بیٹھنے والوں اور مسافروں اور جو لونڈی وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ غلام تمہارے قبضہ میں ہیں انکے ساتھ سلوک کرتے رہو[۱]

عید اور صدقہ فطر عید کا دن جو مسلمانانِ عالم کی مسرت و خوشی کے اظہار کا دن ہے اس موقعہ پر بھی اسلام نے غربا کی خستہ حالیوں پر نظر کرتے ہوئے ہر اس مسلمان پر جس کے گھر میں اسباب کے علاوہ اتنا مال یا جائداد مکانات موجود ہوں کہ انکی مالیت پر زکوٰۃ واجب[۲] ہوتی ہے۔ غریبوں کو صدقہ فطر دینا لازم کر دیا۔ اگرچہ اس صدقہ فطر کی مقدار دیکھنے میں بہت کم یعنی ۲ سیر سے کچھ زیادہ گیہوں یا چار سیر جو ہوتی ہے لیکن فطرہ کا یہ غلہ اگر صحیح نظم کیساتھ وصول کیا جائے تو ہر شہر و ضلع کے غریب اور فقیروں کی ضروریات کو بآسانی پورا کیا جا سکتا ہے۔ صدقہ فطر میں نہ تو دینے والے کو کوئی گرانی ہوتی ہے اور نہ کسی قسم کا بار دوسری جانب غربا کی ضروریات کا انتظام بھی بخوبی ہو جاتا ہے،

---

[۱] سورۃ النساء، ۳۶ [۲] واجب: ضروری۔ لازم۔ فرض ہونا (اصطلاح فقہ) وہ فعل، جس کا بلا عذر چھوڑنے والا عذاب کا مستحق ہو۔

پڑوسیوں کے حقوق اسلام نے ہر مسلمان پر لازم کر دیا کہ وہ اپنے پڑوسی کی تکلیف و مصیبت کا خیال رکھے جو خود کھائے اس میں سے اپنے پڑوسی کو کھلائے سرکار عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسیوں کی اعانت کیلئے اس قدر تاکید فرمائی کہ آپ کے اصحاب کو خیال ہو گیا کہ پڑوسی مال کے وارث قرار دیدیئے جائیں گے،

خدمت یتامٰے اسی طرح اسلام نے یتیموں کی خدمت گذاری اور ان کے حقوق کی ادائیگی کو لازم کر دیا تاکہ یہ غریب جماعت بھی سرمایہ سے مستفید ہو سکے،

محاربات اور قومی ضروریات کیلئے سرمایہ داروں کے فرائض غزوات و محاربات اور عام پبلک ضروریات کے لئے ہر سرمایہ دار کے فرائض میں اس بات کو داخل کر دیا گیا۔ کہ وہ اپنے سرمایہ کا زیادہ سے زیادہ حصہ خرچ کرے۔ غرض ضروریات زندگی کے لئے کوئی ایسا شعبہ نہیں ہے جس میں اسلام نے سرمایہ کی تقسیم نہ کر دی ہو،

اسلامی مساوات بالشویزم جس قسم کی مساوات کی مدعی ہے اس کو ہم نے ابتداءً درج کر دیا اس کے بالمقابل اسلام نے جس مساوات کو پیش فرمایا وہ ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

تاریخ داں جانتے ہیں کہ جس وقت اسلام دنیا میں ظاہر ہوا اسوقت مساوات واخوت کے تمام رشتے منقطع ہو چکے تھے۔ اونچ نیچ اور نسبی امتیازات کے بندھنوں میں لوگ جکڑے ہوئے تھے، چھوت چھات کی لعنتیں جاری تھیں۔ یہ اسلام ہی کا صدقہ تھا کہ شاہ و گدا ایک صف میں آکر کھڑے ہو گئے،

حضرت **بلالؓ و صہیبؓ** اسلام لانے سے قبل غلام کہے جاتے تھے۔

دینِ فطرت کی رکنیت نے یہ رتبہ بڑھادیا کہ جسوقت حضرت بلال تشریف لاتے تو حضرت سیدنا صدیق اکبر وحضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما ان کی تعظیم کیلیے کھڑے ہوجاتے اور فرماتے: "ہمارا سردار آرہا ہے" حضرت مولائے کائنات سیدنا مولا علی رضہ فرماتے۔ بلال میرے اہل بیت میں سے ہے۔

اسی طرح حضرت صہیب کے لئے حضرت فاروق اعظم نے فرمایا یہ میرے جنازہ کی نماز پڑھائیں، خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت کے ساتھ پھوپی زاد بہن کا عقد کر دیا۔ جو اسی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ انہی کے فرزند حضرت اسامہ سپہ سالار فوج مقرر ہوئے جن کی ماتحتی میں بڑے بڑے صحابہ نے کام کیا حضرت سیدنا فاروق اعظم رضہ نے سفر بیت المقدس میں غلام کو اونٹ پر چڑھایا اور خود نکیل پکڑ کر پا پیادہ سفر فرمایا۔

پھر عدل وانصاف کی یہ مثال بھی کس قدر حیرت انگیز ہے کہ ایک بار گورنر مصر حضرت عمرو بن عاص کے صاحبزادہ نے ایک قبطی[1] کے رخسار[2] پر طمانچہ مار دیا۔ قبطی نے بارگاہ فاروقی میں استغاثہ کیا۔ بعد تحقیق حکم ہوا کہ قبطی گورنر مصر کے کلّے پر طمانچہ مارے۔ اس قسم کے واقعات سرکار عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کبار کی حیات میں صد ہا ملتے ہیں، یہاں چند اشاروں پر ہی اکتفا کیا گیا۔ یہ تمام مبارک افعال قرآن کریم کی اس تعلیم کی روشنی میں تھے۔

یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ	اے ایمان والو ہم نے تم کو ایک ہی نوع کے
مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ	مرد وعورت سے پیدا کیا تمہارے مختلف
شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا	گروہ قبیلے صرف اس لئے بنائے گئے کہ تم

---

[1] قدیم مصری قوم کا باشندہ [2] گال، رخسار

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ (حجرات)
ایک دوسرے کو پہچان سکو، اللہ کے نزدیک تم سب میں وہی قابل عزت ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو،

اسلام نے انسانی فضیلت و برتری کا دار و مدار تقویٰ و پرہیزگاری پر رکھا جو اس معیار کے مطابق ہوگا وہی افضل ہے۔

انسانی مدارج جہاں اسلام نے بحیثیت مسلمان سب کو مساوی حیثیت دی ہیں۔ مدارج کے فطری عنوان کو بھی ملحوظ رکھا اگر فرق مراتب پر عقل و نقل کے اعتبار سے غور کیا جائے تو یہ بات بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے کہ انسانی طبائع اور ان کے رجحانات و میلانات مختلف ہیں۔ ایک بڑھئی یا کاریگر و معمار یا کوئی دوسرا حرفت کرنے والا شخص جس کی زندگی کا اکثر و بیشتر حصہ اپنے فن پر گذارتا ہے، کیا وہ سیاسیات اور دوسرے مسائل میں وہی مہارت و قابلیت رکھ سکتا ہے۔ جو اسے اپنے کام میں حاصل ہو، کوئی اپنے وقت کا بہترین سائنس داں ہے تو کوئی بہترین خطیب و سیاست دان ایک شخص کاشتکار و مزدور ہے تو دوسرا سرمایہ دار۔

اسلام کا نظریۂ مدارج بالشویزم اپنی جگہ مالی مساوات کی مدعی ہے مگر اسلام عقولِ انسانی کے مطابق مالیات میں بھی مدارج کے حسب ذیل قوانین مرتب کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔

نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَھُمْ مَعِیْشَتَھُمْ (۱) انکی روزی کو ہم نے تقسیم کیا۔ اور ہم نے

فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا ؕ — ایک دوسرے پر فوقیت دی ہے تاکہ ایک دوسرے سے کام لیتا رہے۔ (حٰم سجدہ)

(۲) وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ — (۲) تم اس امر میں کہ خدا نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے تمنا مت کرو۔ (النسآء)

(۳) وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِی الرِّزْقِ فَمَا الَّذِیْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّیْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَهُمْ فِیْهِ سَوَآءٌ ؕ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ۝ (النحل) — (۳) اللہ نے تم کو ایک دوسرے پر رزق میں فضیلت دی ہے۔ جن کو فضیلت دی گئی ہے وہ اپنے مال کا حصہ غلاموں کو اس طرح نہ دیں کہ مالک و مملوک سب برابر ہو جائیں کیا اسطرح اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں

(۴) وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ ؕ — (۴) اگر خدا چاہتا تو تمام انسانوں کو ایک جماعت بنا دیتا جو کچھ تم کو دیا گیا ہے اس لئے کہ تم آزمائے جاؤ۔ پس نیکی کرنے میں سبقت کرو۔ (المآئدۃ)

کیا بالشویزم مذہب کے مطابق ہے

ہندوستان کے اندر بھی بعض ایسے خوش فہم حضرات موجود ہیں جن میں بعض تو یہ کہتے ہیں کہ بالشویزم مذہب اسلام کے موافق ہے۔ کچھ وہ ہیں جن کا خیال یہ ہے کہ بالشویزم نہ اسلام سے جدا ہے نہ اس کے منافی، کچھ کا یہ دعوےٰ ہے۔ کہ بالشویزم محض ایک سیاسی و اقتصادی تحریک ہے اسلئے مناسب ہوگا کہ یہاں بالشویک محرکین ہی کے الفاظ میں اس موضوع کے ماتحت اقوال و بیانات

پیش کر دیئے جائیں۔

لینن اور خدا کا تخیل لینن خدا کے تصور کی حسب ذیل وجہ بیان کرتا ہے،
"سرمایہ داری کی غیر مرئی قوتوں نے انسان کے ذہن
میں ایک ڈر کی صورت پیدا کر دی ہے جس سے ایک حاکمِ اعلیٰ کی بنیاد پڑتی ہے،
اسے آدمی نے خدا کے نام سے پکارنا شروع کر دیا ہے تو جب تک خدا کا خیال ذہن
انسانی سے فنا نہ کر دیا جائے یہ لعنت کسی طرح دور نہیں ہو سکتی"

(بالشویزم بائی اینڈ رانڈ کابینڈر)

یہی لینن مارکس کے حوالہ سے اپنے اس مضمون میں جو لیبر منتھلی سنہ ۱۹۲۶ء میں شائع ہوا
لکھتا ہے "مذہب لوگوں کے لئے افیون ہے اس لئے مارکس کے نظریئے کے مطابق
تمام مذاہب اور کلیسا سرمایہ داری کے آلہ کار ہیں جن کے ذریعہ مزدور جماعت کے حقوق
پامال کئے جاتے ہیں، لہذا مذہب کے خلاف جنگ کرنا ہر اشتراکی کے لئے ضروری ہے
تاکہ دنیا سے مذہب کا وجود ہی مٹ جائے"

مذہب اور بالشویزم دو جدا چیزیں ہیں کتاب مبادیات اشتراکیت کا مصنف صفحہ ۲۹۷ پر لکھتا ہے
Buharev Preobrazonsky

مذہب اور اشتراکیت عملی اور نظری دونوں حیثیتوں سے بالکل متضاد اور جدا ہیں
جو اشتراکی اپنے مذہبی عقیدے کو بھی ساتھ ساتھ رکھتا ہے اسے اشتراکیت سے کچھ
بھی علاقہ نہیں"

خدا سے اس کا غلبہ و تسلط چھین لینا چاہئے Rene Filop miller
مسٹر رینی فلپ ملر اپنی کتاب لینن اینڈ گاندھی میں لکھتا ہے،
"لینن نے بار بار اپنی تقریروں و تحریروں میں اس بات پر زور دیا ہے کہ ہر خاص و عام

اشتراکی کی زندگی کا نصب العین یہ ہونا چاہئے کہ وہ ہر ممکن کوشش سے خدا کے غلبہ اور تسلط و حکومت کو چھین لے، کیونکہ اشتراکی نظام کا بدترین دشمن خدا کا وجود ہے۔"

مذہبی عبادتگاہوں کی جاگیرات کی ضبطی۔ سطور بالا میں جس مسلح قوت کا ذکر کیا گیا اسکی مزید تائید اس لٹریچر سے ہوتی ہے۔ جو وقتاً فوقتاً بالشویزم کی جانب سے شائع کیا گیا۔ چنانچہ Draft Platform action - in India مطبوعہ ڈیلی ورکر لندن میں درج ہے

"ہر قسم کی ذاتی ملکیت مثلاً زمین۔ جنگل۔ سرمایہ۔ جاگیرات اور مذہبی عبادتگاہوں کی جائدادیں بلا کسی معاوضہ کے ضبط کرلیجائیں۔"

بالشویزم مذہب کے خلاف کیوں ہوئی جہاں تک بالشویزم کے محرکین کے حالات ہم تک پہنچے ہیں اپر غور و فکر کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ مذہب کے خلاف ان محرکین کے اعلان جنگ کرنے کی چند وجوہ تھیں سب سے پہلی بات تو یہ ہی کہ مذہب عیسائیت مسخ ہوکر افراد و اشخاص کے عقائد و خیالات کا مجموعہ ہوگیا تھا۔ اور جو تعلیمات موجود بھی تھیں وہ اپنی جامعیت کے لحاظ سے اس قابل تھیں کہ ضروریات انسانی کے لئے کارآمد ہوں۔ عیسائی مبلغین اور سلاطین و امراء جب چاہتے تھے مذہب کو اپنے اغراض کے لئے استعمال کرتے تھے۔ مذہب کے نام سے دنیا کی مخلوق پر ہر قسم کا جور و جبر کیا جاتا تھا۔ انہی وجوہ کی بنا پر بالشویک لیڈروں نے بجائے اسکے کہ وہ یہ معلوم کرتے کہ مسخ شدہ عیسائیت کے علاوہ بھی کوئی دوسرا مذہب ایسا موجود ہے جو تقسیم سرمایہ۔ انسانی مساوات۔ حکومت و سیاست اور زندگی کے ہر شعبہ کے لئے مکمل تعلیمات اپنے پاس رکھتا ہو۔ انہوں نے سرے سے مذہب ہی کے استیصال کا علم بلند کردیا۔ اگر وہ مذہب اسلام کی تعلیمات کا مطالعہ کرتے اور ان میں عصبیت موجود نہ ہوتی تو انہیں اعتراف کرنا پڑتا کہ ہم نے جن امور کی تلاش میں اپنا جس قدر وقت صرف کیا

اس کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ یہ تمام اصول قرآن مجید کے اندر بہتر سے بہتر شکل کیساتھ موجود ہیں

بالشویک کانفرنس میں مذہب کے خلاف فیصلہ

بالشویکوں کی پانچویں کانفرنس میں جو اصول طے کیا گیا وہ حسب ذیل تھا۔ "مذہب۔ حکومت۔ کلیسا کے خلاف جنگ کرنا" چنانچہ سوویٹ روس نے ۱۹۲۳ء میں قحط سالی کے موقعہ پر حسب ذیل حکم دیا۔

"تمام عبادتگاہوں کی املاک ضبط کرلی جائیں"

صدر کانگریس کی خدا کے وجود سے نفرت

مذہب و خدا کے بارہ میں بالشویکوں کے جذبات اوپر درج کئے گئے۔ اب پنڈت جواہر لعل صدر آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے خیالات ملاحظہ ہوں، ڈاکٹر عالم کے مقدمہ لاہور میں جب پنڈت جی سے حلف اٹھوایا گیا تو آپ نے کہا۔

"مجھ سے وہ حلف اٹھوایا جائے جس میں خدا کا نام نہ آئے"

یہی پنڈت جی آل انڈیا کانگریس کے اجلاس منعقدہ لکھنؤ کے خطبہ میں لکھتے ہیں۔

"ہم کو ایک نئے تمدن کی بنیاد ڈالنا ہوگی جو سرمایہ دارانہ تمدن سے بالکل مختلف ہوگا اس کے کچھ مناظر ہم کو روس کی حکومت میں ملتے ہیں،

ایک نئے تمدن کو میں اس اندوہناک زمانہ میں مستقبل کے لئے فال نیک سمجھتا ہوں مستقبل کے متعلق اگر امید میں قائم ہو سکتی ہیں تو صرف روس ہی کی بدولت۔

سوشلزم پر میرا پختہ ایمان و عقیدہ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کانگریس سوشلسٹ ادارہ بنجائے"

مسٹر ادھیکاری اور مذاہب

مسٹر ادھیکاری جنہیں بعض افراد مجاہد کہتے ہیں۔ میرٹھ کے مقدمہ میں بیان دیتے ہوئے کہتے ہیں "ہم مارکس کے پیرو اور مادہ پرست ہونے کی حیثیت سے ہم مذہب کے قطعی مخالف اور خدا کے

منکر ہیں. مگر ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ مذہب کے خلاف محض ایک نظری اور خیالی پروپگنڈہ سے مذہب کا استیصال نہیں ہو سکتا۔

"لینن اس بات پر زور دیتا ہے کہ مذہب کے خلاف جنگ کی جد وجہد طبقاتی جنگ کی بنیاد پر ہونی چاہیئے۔"

اسلام کے نزدیک مذہب کی اہمیّت

جو خوش عقیدہ لوگ بالشویزم کو مذہب کے غیر منافی کہتے ہیں وہ مذکورۂ بالا اقوال پر نظر ڈالیں کہ بالشویزم مذہب کے خلاف ہے یا موافق. جب مذہب اور خدا کے وجود سے بالشویزم کے محرکین کو قاطبۃً دشمنی ہو تو کیونکر کوئی اشتراکی مذہب سے ذرہ برابر تعلق رکھ سکتا ہے۔

اسلام کی تعلیمات کی رو سے مسلمان کی سیاست. تجارت. اقتصادیات. اور زندگی کا ہر شعبہ مذہب سے وابستہ ہے وہ دنیا میں جیتا ہے تو مذہب اور خدا کے اقرار و تخیل کے اور اس کی زندگی کے تمام گوشے مذہب سے وابستہ ہیں وہ دنیا میں زندہ ہی اس لئے ہے کہ خدا کی ہستی و وجود کا خود اقرار کرے اور دوسروں سے تسلیم کرائے۔ پس بالشویزم ہو یا یورپ کے دوسرے نئے پھوٹے منکرین خدا مسلمان کسی طرح بھی مذہب اور خدا سے اپنا تعلق منقطع نہیں کر سکتے. یہی وہ پہلا بنیادی اصول ہے جس کے بغیر ایمان نہیں ہوتا۔

بالشویکوں کے اصول معاشرت و اخلاق

اب تک تو مذہب وحکومت کے متعلق بالشویزم کے عقائد پیش کئے گئے اب ان کے اخلاقی اصول ملاحظہ ہوں۔

لینن نے ایک بار نوجوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "ہم ان تمام اخلاقی حدود کی مذمت کرتے ہیں جو کسی مافوق الفطرت عقیدہ کا نتیجہ ہوں، ہمارے خیال میں اخلاق کا نظریہ ہمیشہ جماعت کے مفاد کی جنگ کے موافق و

ماتحت ہونا چاہیئے ہر وہ حربہ جو قدیم غاصبانہ نظام معاشرت کے خلاف اور مزدوروں کی تائید
میں استعمال کرنا ضروری ہو عین اخلاق ہے اور اسکے خلاف جو کچھ ہے وہ سب ناجائز ہے چنانچہ
جماعتی مفاد کی خاطر جرائم کا ارتکاب دروغ بافی فریب دہی بھی عین حق و صداقت ہے"

بداخلاقی کی ترویج

یوں تو عموماً سارے یورپین ممالک میں بداخلاقیاں پھیل
گئی ہیں اور علانیہ طور پر حرامکاری۔ زناکاری شہوت رانی
داخل زندگی ہے طرفہ یہ ہے کہ ان بداخلاقیوں کا نام فطرت رکھا گیا ہے جس کے
دلائل عقلیہ پیش کئے جاتے ہیں چنانچہ ۱۹۰۷ء میں Artizy bashev[1]
اپنے ناول Sinnina میں لکھتا ہے " خواہشات نفسانی کو بلاقیود
و پابندی فرو کرنا ہی عین فطرت ہے اس کے لئے نہ ضمیر کی آواز کی پرواہ کرنی چاہیئے
اور نہ خدا اور انسانوں کے وضع کردہ اصول سے ڈرنا چاہیئے۔ شراب خواری۔
زناکاری میں کوئی معیوب بات نہیں جس سے انسان خواہ مخواہ شرماتا پھرے۔
تند و تیز جذبات فحش کاری فطرتی جذبات ہیں اور جو چیز فطری ہو وہ کس
طرح ناجائز ہو سکتی ہے"

عورت بھی مشترکہ ملکیت ہے

مذکورۂ بالا مضامین و خیالات کا یورپ کے
لامذہبوں پر جو کچھ اثر ہونا چاہیئے وہ وہاں
کے اعمال سے ظاہر ہے شبانہ روز جس قسم کی
بیحیائی و بے غیرتی کے جو مظاہرے ہوتے ہیں وہ ناقابل تحریر ہیں
اشتراکیت کا سب سے زیادہ دلچسپ عنوان عورت کی مشترکہ ملکیت
کا ہے چنانچہ ایلیگزنڈر ڈو کلیڈ اپنی کتاب Ten Years in Sovet Rusia
میں بادہ نوشی کی قسمیں گنتا ہوا لکھتا ہے۔
" اس کا گہرا اور خطرناک اثر سلسلۂ ازدواج و مناکحت پر پڑا

---

[1] آرٹسی باشف (۱۸۷۸ء۔۱۹۲۷ء): روسی مصنف جو اپنے ہیجان انگیز ناول سینائن (مطبوعہ ۱۹۰۷ء، ترجمۂ انگریزی ۱۹۱۴ء) کی بنا پر دفعۃً مشہور ہو گیا۔ انقلاب اکتوبر ۱۹۱۷ء کے بعد ملک سے باہر چلا گیا۔

چنانچہ زمین۔ سرمایہ اور جائداد کی طرح بالشویزم. کی رو سے عورت بھی تمام افراد جماعت کی ملکیت ہے جس کی تقسیم حکومت کرتی ہے۔ کوئی شخص کسی عورت کو اپنی بیوی نہیں کہہ سکتا عورت حکومت کی ملکیت ہے اور سب کی بیوی ہے"

اسی طرح جو حرامی بچے پیدا ہونگے نہ حکومت کی اولاد سمجھے جائیں گے۔

اشتراکیت[1] کا اخبار Pravda. اپنے مقالہ میں لکھتا ہے۔

"محبت کے معاملہ میں ہمارے نوجوان چند خاص اصول رکھتے ہیں جن کی تہ میں صرف یہ اصول کارفرما ہے کہ جس قدر زیادہ تم حد کو پہنچنے میں کامیاب ہوگے اوسیقدر تم اشتراکی[2] ہوگے محبت کے معاملات میں جہاں تک ہو سکے اپنے اوپر کوئی قید عائد نہیں کرنی چاہیئے ہر لڑکی جو لیبر فیکلٹی میں داخل ہو اوسپر یہ لازم ہے کہ جب اوس کے نوجوان ساتھیوں میں سے کسی کی نظر انتخاب اوسپر پڑے تو وہ بغیر کسی حیلہ کے اپنے آپ کو اوس کی سپرد کردے"

نکاح و عقد سے آزادی بالشویزم میں عقد و نکاح کی بندشوں سے بھی آزاد رکھا گیا ہے۔ البتہ اعداد و شمار کے لئے اتنا ضرور کر دیا گیا ہے کہ کسی مجسٹریٹ کے روبرو اپنے ان تعلقات کی اطلاع کر دینا کافی ہے۔ رجسٹری اور غیر رجسٹری شدہ اولادوں میں کوئی امتیاز نہیں کیا جاتا چنانچہ یہ بجنسہٖ برنارڈ شاہ[3] کی تصانیف میں نمایاں طور پر نظر آتی ہیں۔

شادی کے اغراض بالشویزم کے نزدیک شادی کی غرض افزائش نسل

---

[1] اشتراکیت کے لئے دیکھئے حاشیہ صفحہ ۱۲ [2] منسوب بہ اشتراک، نظریۂ اشتراکیت کا حامی یا پیرو، سوشلسٹ

[3] شا، جارج برنارڈ (۱۸۵۶ء۔ ۱۹۵۰ء) اینگلو آئرش ڈرامہ نگار اور نقاد، پ۔ ڈبلن، بیس سال کی عمر میں لندن گیا۔ ۱۸۷۹ء اور ۱۸۸۳ء کے درمیان پانچ ناول لکھے جو مدت بعد ایک اشتراکی رسالہ میں چھپے۔ کارل مارکس کی کتاب 'داس کیپتال' سے متاثر ہو کر اشتراکی بن گیا۔ ۱۸۸۵ء میں فیبئین سوسائٹی میں شامل ہوا جو اشتراکی عقائد کی تبلیغ و اشاعت کے لئے اسی سال کی عمر تک سرگرمی۔ ۱۹۲۵ء میں ادب کا نوبل انعام ملا۔

یا حسن معاشرت نہیں بلکہ اس کا مدعائے اصلی محض تعیش ہی اگرچہ حرامکاری مغرب کے ہر حصہ میں پھیل چکی ہے اور جہاں جہاں تہذیب جدید کی برکتیں پہنچ گئی ہیں وہاں یوماً فیوماً ناجائز اولاد کا اضافہ ہو رہا ہے کہیں کہیں حرامکاریوں پر پردہ ڈالنے کی غرض سے ایسے آلات بنا دئے گئے ہیں جن سے اولاد کا پیدا ہونا بند ہو جائے اور ان عیاشیوں اور توالد کی بندش پر برتھ کنٹرول کے عنوانات سے دلائل و براہین پیش کئے جا رہے ہیں۔

فیا عجباً "جنوں کا نام خرد رکھدیا یا خرد کا جنوں"۔

روس میں تو حرامی بچوں کی پرورش کے لئے باقاعدہ ہسپتال کھولدئے گئے ہیں اور ایسے بچوں کی تعداد کروروں سے متجاوز ہے۔

طلاق کی کثرت

یہ مرض بھی یورپ کی طرح روس میں عام ہو گیا ہے یورپین ممالک میں تو اتنی بات پر کہ شوہر اخبار نہیں پڑھتا اس لئے عورت مرد کو چھوڑ دیتی ہے۔ عورت کے سر پر پورے بال ہیں یا نہیں عورت سینما میں جاتی ہے یا نہیں۔ ڈانس کرنے میں اسے مشق ہے یا نہیں۔ ان سوالات و شکایات پر طلاقیں دیجاتی ہیں۔ Modern Rusia کا مصنف لکھتا ہے

"روس میں نصف چھٹانک مکھن حاصل کرنے کے مقابلہ میں طلاق حاصل کرنا آسان ہے صبح کو مرد اچھا خاصا خوش و خرم اپنی بیوی کو چھوڑ کر جاتا ہے شام کو واپسی پر گھر میں نہ بیوی ہے نہ بچے۔ صرف ایک اطلاعی پرچہ رکھا ہوا ہے کہ تمہارے ساتھ رہنا منظور نہیں بلکہ آج سے دوسرے کی آغوش منتخب کر لی گئی"۔

مرد و عورت میں سے کوئی ایک فریق عدالت میں جا کر اطلاع کردے کہ

مجھے فریق ثانی کے ساتھ رہنا منظور نہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ دوسرے فریق کو بھی اطلاع کی جائے۔ طلاق ہو جاتی ہے۔

عورت کے ساتھ دنیائے مذاہب کی بدسلوکیاں

اسلام سے پہلے دنیا کے ہر حصہ میں عورت کسی شمار و قطار میں ہی نہ تھی ایسا کوئی بدترین سلوک نہ تھا جو عورت کے ساتھ نہ روا رکھا گیا ہو۔ عورت مال و اسباب چوپایوں کی طرح بیچی و خریدی جاتی تھی۔

حکیم یونان سقراط[1] کہا کرتا تھا "عورت سے زیادہ فتنہ و فساد کی اور کوئی چیز نہیں"۔

افلاطون کا قول ہے "جتنے ظالم اور ذلیل مرد ہیں وہ نتائج کے عالم میں عورت ہو جاتے ہیں"۔

یوحنائے دمشقی[2] **لکھتا ہے**۔ "عورت شر کی بیٹی اور امن و سلامتی کی دشمن ہے"

یورپ جسے تہذیب کا گہوارہ کہا جاتا ہے اور جس کی نقالی آج کل داخل حیات ہے وہاں ۵۸۶ء میں عیسائیوں کی کونسل میں کافی بحث و مباحثہ کے بعد طے ہوا۔

"عورت میں روح موجود ہے"

رومتہ الکبریٰ والوں کا عقیدہ تھا

"عورت اچھی ہو یا بری اسے مارتے رہنا چاہیے۔ اور کسی عورت کا اعتبار نہ کیا جائے،

ہندوستان ہندوستان میں عورت باندیوں کی طرح رکھی جاتی۔ قمار بازیوں میں عورت کو دیدیا جاتا، دیوتاؤں کے

---

[1] سقراط (Socrates) (۴۶۹۔۳۹۹ق م): یونانی فلسفی، مصلح اور دانشور۔ تیس برس کی عمر میں اس نے اپنے آپ کو تشکک کے خلاف جہاد، نیکی اور صداقت کے جذبہ کو بیدار کرنے کے لئے وقف کر دیا۔ سقراط کے مخالفوں نے اس پر الزام لگایا کہ وہ بے دین ہے اور دیوتاؤں کو نہیں مانتا۔ ایتھنز کے سینٹ میں اس پر مقدمہ چلا، سقراط نے اپنی وکالت آپ کی۔ سینٹ نے اسے موت کی سزا دی۔ اس نے معافی مانگنے سے انکار کر دیا اور حوصلہ کے ساتھ زہر کا پیالہ پی لیا۔ سقراط کا سب سے ممتاز شاگرد افلاطون تھا۔ [2] یوحنا دمشقی (۶۷۶ء۔۷۴۹ء) اموی دور کا ممتاز عیسائی عالم، امیر معاویہؓ اور ان کے بیٹے یزید کا ہم عصر تھا، دمشق کا مالی انتظام اسی کے ذمہ تھا۔ خلیفہ ہشام کے عہد تک وہ اس منصب پر قائم رہا، متعدد کتابیں لکھیں۔ ایک رسالہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت اور انسانی آزادی اور خودمختاری کا ذکر کیا ہے۔ (اردو جامع انسائیکلو پیڈیا، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸ء، ص ۱۹۰۵)

سامنے ان کی قربانی کی جاتی۔ نیوگ[1] جیسی شرمناک رسم کا رواج تھا۔

عرب عرب عورت کے معاملہ میں سب سے آگے تھا وہاں عورت کے ساتھ حیوانوں کا سا سلوک کیا جاتا۔

اسلام میں عورت کا مرتبہ اسلام نے عورت کو انسانی حقوق سے مالا مال کیا۔ زن و شوہر کے تعلقات وراثتی۔ معاشرتی جماعتی رائے دہی علمی حقوق عورت کو عطا فرمائے اور جس قدر مظالم کئے جاتے تھے ان سب کا انسداد کیا۔ قرآن مجید کے خاص خاص احکام اس سلسلہ میں قابل ملاحظہ ہیں۔

(۱) یَآاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً وَّاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ ط

(۱) اے لوگو اپنے خدا سے ڈرو جس نے تم کو ایک ہی جان سے پیدا کیا اور اس کا جوڑا بھی اس سے پیدا کیا۔ اور دونوں سے بہت مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔ اللہ سے ڈرتے رہو۔ (النساء)

حسن سلوک

(۱) وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

(۱) عورتوں کے ساتھ خوبی سے رہو۔ (النسآء)

(۲) وَلَھُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْھِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (البقرة)

(۲) عورتوں کا حق بھی مردوں پر اسی طرح ہے جیسے مردوں کا عورتوں پر دستور کے مطابق

(۳) وَلَا تُمْسِکُوْھُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَہٗ ط

(۳) ان عورتوں کو ستانے کے لئے نہ روکو اور نہ زیادتی کرنے لگو ان پر جس نے ایسا کیا اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔ (البقرة)

---

[1] ہندوؤں میں ایک رواج جس کے مطابق اگر کسی عورت کا شوہر نہ ہو یا اپنے شوہر سے اولاد نہ ہو تو وہ عورت اپنے دیور یا اپنے شوہر کے کسی ہم گوتر (ہم قبیلہ) سے اولاد پیدا کر لیتی تھی۔ (ہندی اردو لغت، ص ۴۴۸)

حیاو غیرت اور ناموس کی حفاظت

حدیث میں ارشاد ہوا (خیارکم خیارلنساءہم) تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیبیوں کے ساتھ اچھی طرح پیش آئے

(۱) وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی ط (الاحزاب)

(۱) جمی رہو اپنے گھروں میں اور نہ سنگھار دکھاتی پھرو زمانۂ جاہلیت کی طرح

(۲) وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ۔ (النور)

(۲) مسلمان عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ نگاہوں کو نیچا رکھیں اور شرمگاہوں کو محفوظ رکھیں۔ اور اپنی زیب و زینت کے مقامات کو ظاہر نہ ہونے دیں۔

فحش کاری کی ممانعت

(۱) اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ۔ (النور)

(۱) زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد ان میں سے ہر ایک کے سو سو دُرّے لگاؤ۔

(۲) قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ۔ (الاعراف)

(۲) میرے رب نے حرام کیا ہے تمام فحش باتوں کو جو علانیہ اور پوشیدہ ہوں۔

(۳) وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّهٗ کَانَ فَاحِشَةً ط وَسَآءَ سَبِیْلًا ۝

(۳) زنا کے پاس بھی مت جاؤ۔ کیونکہ وہ بیحیائی اور برا چلن ہے (بنی اسرائیل)

نکاح

اسلام نے تمام فحش کاریوں کو ختم کر کے مرد و عورت کے مابین ایک معاہدہ کا اصول مقرر کیا جس کا نام نکاح ہے اور اس کے لئے فرمایا۔

(۱) فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ (سورہ النسآء) — عورتیں جو تمہیں پسند ہوں اُنسے نکاح کرو (علاوہ محرمات کے)

(۲) مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ (المآئدۃ) — (۲) صرف اس طریق پر کہ انہیں بیویاں بنا کر رکھو نہ کہ علانیہ بدکاری کرو یا خفیہ آشنائی رکھو۔

غرض اسلام نے ان تمام فواحش کو جو مرد و عورت اختیار کریں ممنوع قرار دیدیا اور نکاح کی سنت جاری کرکر مرد و عورت کو اجازت دی کہ وہ اپنی خواہشات جائز طور پر پوری کریں۔ اور نکاح کے لئے بھی محرمات اور غیر محرمات کی قید لگا دی۔ بالشویزم کی طرح نہیں کہ اس میں ماں بہن کا امتیاز بھی اُٹھ گیا۔

طلاق چونکہ لڑائی جھگڑے کا ہونا بدیہی امر ہے۔ اس لئے قرآن مجید نے جہاں عورتوں کے حقوق کی طرف متوجہ کیا وہیں یہ اختیار بھی مرد و عورت کو عطا کیا کہ اگر نباہ کی کوئی شکل ہی نہ ہو تو طلاق یا خلع سے کام لیا جا سکتا ہے۔ اسلام نے نہ تو بالشویزم اور یورپ کی طرح طلاق کو عام کر دیا اور نہ ممنوع بلکہ نفس طلاق کے بارہ میں ارشاد نبویہ یہ ہے۔

اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَى اللّٰهِ الطَّلَاقُ۔ — اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ شئی طلاق ہے

اختلاف کے دفعیہ کا طریقہ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ — (۱) اگر تم کو میاں بی بی میں جھگڑے کا اندیشہ ہو تو مرد کے کنبہ سے ایک پنچ اور عورت کے کنبہ سے ایک پنچ

أَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا ۚ إِنْ يُّرِيْدَا إِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۗ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾ (سورہ نساء)

مقرر کرو اگر پنچوں کا دلی ارادہ اصلاح کراونے کا ہوگا تو اللہ ان کے سمجھانے بجھانے سے دونوں میں الفت پیدا کردے گا۔ اللہ دلی ارادوں سے واقف ہے

طلاق کب دی جائے

(۲) وَإِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱﴾

(۲) اور اگر میاں بی بی میں صلح کی کوئی صورت نہ ہو تو ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تو اللہ دونوں کو بے نیاز کردیگا۔ اللہ بڑی گنجایش اور حکمت والا ہے

طلاق کے بعد بھی حسن معاملت کی تعلیم

(۱) لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَّأْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ

(۱) (عدت میں) ان کو گھروں سے نہ نکالو اور وہ خود بھی نہ نکلیں۔ مگر یہ کہ کھلم کھلا کوئی بے حیائی کا کام نہ کریں۔ (تو نکالدینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔)

(۲) وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوْا مِمَّا آتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَّخَافَا أَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۗ

(۲) اور جو تم ان کو دے چکے ہو اس میں سے تم کو کچھ بھی لینا جائز نہیں۔ مگر یہ کہ میاں بی بی کو خوف ہو کہ خدا نے میاں بی بی کے سلوک کی جو حدیں ٹھہرائی ہیں ان پر قائم نہیں رہ سکیں گے۔

ان مختصر آیات کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام طلاق کے بعد بھی مرد پر احسان کرنے کی کس قدر قیود لگاتا ہے بالشویزم کی تحریک آزادی لنسواں دراصل عیاشیوں حرامکاریوں کی ترویج کے لئے ہے۔ اور اس خاص شعبہ میں بالشویزم اور یورپ کے دوسرے ممالک میں انگریزوں کے اکثر وبیشتر طریقے اسی حرامکاری کے سلسلہ قائم

---

۱ سورۃ النساء ۱۳۰، ۲ سورۃ الطلاق ۱،

رکھنے کے لئے ہیں۔

نفسِ مذہب کے استیصال میں بالشویزم چونکہ کھلم کھلا اعلانات کرتی ہے۔ اس لئے وہ ہر طرح قابل تردید ہے۔ یورپ کے اور ملک بھی بڑی حد تک مذہب کو خیرباد کہہ چکے ہیں۔ اور ان کے پیش نظر بھی یہی چیز ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو۔ مذہب کو فنا کردیا جائے۔ پس مذہب کے استیصال کے لئے خواہ بالشویزم سامنے آئے یا یوروپ کے لامذہب عناصر اسلام اور مسلمان ان سب کا مقابلہ کریں گے۔ کیونکہ مسلمان کی زندگی کے ہر شعبہ پر دینِ فطرت حاوی ہے۔ جس کے بغیر مسلمان کی زندگی حیوانیت کے مترادف ہے۔

رسالہ کے طول کا خوف مانع ہے اس لئے میں اب ان بحثوں کو یہیں ختم کرتے ہوئے اپنے نوجوانوں اور عام و خاص مسلمانوں سے مودّبانہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ دین فطرت کے اصول و قوانین کا مطالعہ کریں اور قرآن مجید اور احادیث سے اپنی زندگی کی وہ راہیں جن سے ترقی حاصل ہو معلوم کریں۔ ان کے امراض کا علاج نہ بالشویزم ہے۔ نہ انگریزوں کی جمہوریت۔ اور نہ جرمن کا سوشلزم۔ اُن کی بلندی و برتری، حکومت و سیاست کے لئے اسلام اور صرف اسلام ہے۔

نوجوانانِ اسلام سے درخواست

میں نے اس مختصر رسالہ میں جو مواد پیش کیا ہے مجھے یقین ہے کہ ہمارے نوجوان طلبا اس پر پوری طرح غور و فکر فرمائیں گے۔ قومی اشغال اگر اجازت دیتے تو میرا قصد تھا کہ اس تالیف میں اسلامی حکومت کے عنوان کے ماتحت تفصیلی بحث کرتا۔ مگر افسوس ہے کہ فی الحال یہ ارادہ خاطر خواہ طریقہ سے پورا نہ ہوا۔

لیکن نوجوانانِ اسلام یقین فرمائیں کہ وہ جس آزادی کے حصول کا جذبہ اپنے قلب میں رکھتے ہیں اور حاکمانہ حیثیت اختیار کرنے کے لئے اُن کے دماغوں میں جو کیفیت موجود ہے وہ ان کے عزائم و مساعی کی بدولت مستقبل قریب میں کسی نہ کسی نوعیت سے پوری ہوگی، آل انڈیا مسلم لیگ اجلاس[1] لاہور کے بعد سے اب تک اسلامی حکومت کے قیام کے لئے جو جدوجہد کر رہی ہے۔ اگر ہمارے نوجوانوں نے اس تحریک میں مسلم لیگ کا ہاتھ بٹایا تو انشاء اللہ تعالیٰ فتح و نصرت حاصل ہوگی۔ اور ہم پوری ایک صدی کے بعد کم از کم ہندوستان کے چند صوبجات میں ہی اسلامی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہوں گے۔

اس عظیم الشان مقصد کے لئے بہت کچھ قربانیاں ادا کرنی پڑیں گی۔ اور اپنے قومی نظام کی تمام کڑیوں کو زیادہ سے زیادہ مضبوط کرنا ہوگا۔

اے نوجوانان ملت اسلامیہ!

اپنی اخوت مذہبی کے جذبات سے لبریز ہو کر اسلامی حکومت کے قیام کے لئے اپنے قائد مسٹر محمد علی جناح کے مشوروں کے ماتحت آگے بڑھو، مستقبل تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ ہندوستان کی تاریخ تمہارے عملی اقدامات کے لئے

---

[1] منعقدہ ۲۱/ تا ۲۳/ مارچ ۱۹۴۰ء، بمقام منٹو پارک، لاہور

بے چین ہے۔

اگر تمہارے دست و بازو کی قوتیں دماغی و ذہنی طاقتیں آل انڈیا مسلم لیگ سے وابستہ رہ کر قومی نظام کی تعمیر و استواری پر صرف ہوں تو مجھے یقین ہے کہ تم برسوں کا کام مہینوں میں کر لو گے۔

ہندوستان میں اسلامی حکومت کے قیام کا جو نقشہ مذہبی حیثیت سے دماغوں میں تھا۔ الحمدللہ کہ پراونشل مسلم لیگ صوبہ متحدہ نے اس کی ترتیب کے لئے ایک ایسی کمیٹی مرتب کردی ہے جس میں ملک کے بہترین دل و دماغ شریک ہیں۔ جو مغرب کی تمام تحریکات کو سامنے رکھتے ہوئے اس قسم کا پروگرام پیش کرنا چاہتے ہیں جس میں ہماری زندگی کا ہر شعبہ آجائے۔ اور اسلامی احکام کے مطابق یورپ کے نظریات کا حل بھی ہو جائے۔

اس عظیم الشان مقصد کو تعجیل کے ساتھ پورا نہیں کیا جا سکتا۔ پھر بھی کمیٹی کے افراد کوشش کریں گے کہ پوری طرح تمام تحریکات کا مطالعہ کرتے ہوئے ہماری ضرورتوں کے لئے جامع پروگرام پیش کریں۔ اور آل انڈیا مسلم لیگ کی منظوری کے بعد مسلمانان ہند کے سامنے اوسے پیش کیا جائے۔

چونکہ میری یہ تالیف نومبر کے وسط میں ہی پریس کو جا چکی تھی اس لئے اسے طبع کر دیا گیا۔ آئندہ اس قسم کے مباحث پر جو کچھ تحریر ہوگا وہ پروگرام کمیٹی کی طرف سے اپنے وقت پر شائع ہوگا۔

فقیر محمد عبدالحامد

قادری معینی۔ بدایونی

دار التصنیف بدایوں کی معرکۃ الآرا کتابیں

نظام عمل مصنفہ الحاج حضرت شاہ عبد الحامد صاحب قادری بدایونی مدظلہ العالی ضخامت تین سو صفحات کاغذ عمدہ قیمت دو روپیہ اس کتاب میں حضرت مولٰنا بدایونی نے پیدایش سے لیکر موت تک کے تمام ضروریات دین و دنیا کو آیات و احادیث سے ثابت کر کے نہایت محققانہ رنگ میں ترتیب دیا ہے۔ ہندوستان کے مشاہیر علما اور لیڈران کی تقاریظ شامل ہیں ہر گھر میں رہنے کے قابل ہر نوجوان کے لئے بہترین کتاب ہے۔

سفرنامہ حجازِ مقدس یہ سفرنامہ بھی حضرت مولانا کا مرتب کردہ اور اپنے مشاہدات سفر حجاز کا بہترین مرقعہ ہے جس میں ضروریات حج کی ہر ضرورت پر بسیط بحث کی گئی ہے اور حکومت حجاز کے تمام حالات پر مدلل تبصرہ کیا گیا ہے۔ ہر حاجی کے لئے یہ سفرنامہ بہترین معلم کا کام دیتا ہے۔ کاغذ عمدہ ولایتی قیمت ۱ر

عدلِ عثمانی سلطنت آصفیہ میں آریہ سماجیوں نے ستیہ گرہ کر کے جو فتنے پیدا کئے اور جس قدر پروپگنڈا کیا اس کا ناقابلِ انکار رد عمل کیا گیا ہے۔ اعداد و شمار کے ساتھ بحث کر کے دکھایا گیا ہے کہ سلطنت آصفیہ میں ہر قوم و ملت کو پوری پوری آزادی دیگئی ہے قیمت ۲ر

اکمل التاریخ حصہ اول و دوم حضرت مولانا عبد المجید صاحب عثمانی قادری و حضرت مولانا فضل رسول صاحب عثمانی قادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہما کے خاندان عثمانیان کے مکمل تاریخی و علمی حالات۔ ان دونوں حصوں میں جمع کئے گئے ہیں مصنفہ مولانا یعقوب حسین صاحب ضیاء بدایونی ضخامت چار سو صفحات قیمت فی حصہ دو روپیہ

یادگارِ کربلا۔ مولانا یعقوب حسین بدایونی کی معرکۃ الآرا نظموں کا مجموعہ قیمت ۸ر

دیوان مناقب خواجہ۔ مصنفہ حضرت اسیر بدایونی۔ قیمت ۸ر

حضرت مولٰنا عبد الحامد صاحب قادری بدایونی اور آپ کے اجداد کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تمام تصانیف۔ دار التصنیف مولوی محلہ بدایون سے مل سکتی ہیں۔

ملنے کا پتہ

محمد عابد القادری مہتمم دار التصنیف
مولوی محلہ بدایوں۔ یو۔ پی

اسلام کا معاشی نظام اور سوشلزم کی مالی تقسیم

پر روزنامہ ''پاکستان'' لاہور کا تبصرہ

مصنف: علامہ محمد عبدالحامد بدایونی علیہ الرحمہ
ناشر: ادارہ پاکستان شناسی، ۳۵ رائل پارک لاہور
قیمت: بیس روپے (۲۰/-)

اسلام دین فطرت ہے جس میں مستحق اور غریب لوگوں کی خبر گیری، انہیں اپنے رزق میں شریک کرنے اور ان کی ضروریات کا خیال رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ قرآن حکیم نے اس عمل کو ''نفاق فی سبیل اللہ'' سے یاد کیا ہے۔ دور حاضر میں مختلف معاشی نظام سامنے آئے اور کئی ملکوں میں رائج ہوئے مگر کسی نظام نے مستحقین کی مدد اس طرح فرض نہیں کی جس کی تائید و تاکید اسلام نے کی ہے۔ سوشلزم اس دور کا ایک سب سے زیادہ زیر بحث رہنے والا نظام ہے جو روس میں نافذ بھی کیا گیا مگر اس کا جو حشر ہوا وہ بھی سب کے سامنے ہے۔

تحریک پاکستان کے نامور رہنما علامہ محمد عبدالحامد بدایونی نے ''بالشویزم اور اسلام'' کے موضوع پر ایک مبسوط مقالہ قلمبند کیا تھا جو اس دور میں اہل علم کے حلقوں میں زیر بحث رہا۔ اب اس مقالہ کو ''اسلام کا معاشی نظام اور سوشلزم کی مالی تقسیم'' کے عنوان سے دوبارہ شائع کیا گیا ہے جو ادارہ پاکستان شناسی کی ایک بڑی خدمت ہے۔ اس مختصر رسالہ کے مطالعہ سے کمیونزم اور سوشلزم کا فریب واضح ہوتا ہے اور مال و رزق کی تقسیم کا حق اللہ تعالیٰ کو ہے، بھی پوری وضاحت کے ساتھ سامنے آتا ہے۔ توقع ہے کہ علمی اور عوامی حلقوں میں یہ رسالہ مقبولیت حاصل کرے گا۔ ناشرین نے اس کی قیمت بھی محض برائے نام رکھی ہے تاکہ عام لوگ بھی اسے حاصل کر سکیں اور پڑھ سکیں۔ ویسے حق تو یہ ہے کہ صاحب حیثیت افراد ''ادراہ'' سے رسالہ خرید کر عوام میں مفت تقسیم کریں۔

سنڈے میگزین ''زندگی'' لاہور

۲۸ر دسمبر ۲۰۰۳ء

تبصرہ نگار: نذیر حق